ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور (پاکستان)

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

پارٹی سسٹم کی بنیاد پر انتخابات؟

پاکستان کی درخواست پر امریکی حکومت کا ردِ عمل!

- رواں دواں
- گجرات میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی تقریر
- دارالعلوم دیوبند
- یادگار عظمت اسلاف
- سید السالکین حضرت مولانا عبدالهادی دینپوریؒ
- مولانا عبدالسلام ہزارویؒ

۲۶ جنوری تا یکم فروری سنہ ۱۹۶۹ | شمارہ نمبر ۴ | قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

مرحبا مرحبا

حضرت عائشہ رضؓ

بزمِ ارتقائے ادب کراچی کا ماہانہ طرحی مناقبہ منعقد ہوا شعراء کی ترتیب بہ اعتبار حروفِ تہجی ہے

جناب حکیم اختر صاحب سنبھلی

مرتبہ آپ کا حضرت عائشہ رضؓ
یوں تو امت کی مائیں سبھی محترم
شہؐ سے اختر کو اذنِ حضوری ملے

عورتوں میں جو تبلیغ منظم تھی
حق نے امت کی تم کو بنایا ہے ماں
روشنی جیسے اشفاق سورج کی ہے

ان کے شوہرؐ ہیں بعد از خدا جن کا نام
ان کو بخشا جو محمود ہے وہ مقام
جن کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا

عارفہ، سالکہ، متقیّہ، زاہدہ
حافظہ سارے ارشاد قرآن کی ہے
حق نے تم کو کہا نصِّ تطہیر میں

دو جہاں کی ضیا حضرت عائشہ رضؓ
شمعِ صدق و صفا حضرت عائشہ رضؓ
ناز فرما رہے حسنِ نسوانیت

با وفا با صفا حضرت عائشہ رضؓ
درس کامل بنا اہل حق کے لیے
التفات و کرم کا طلب گار ہے

مرحبا مرحبا حضرت عائشہ رضؓ
آپ کا عقد سلطان کونین سے
عقد خیر سلطانِ کونین ہیں

شہؐ کے دل کی ضیا حضرت عائشہ رضؓ
آپ سب سے سوا حضرت عائشہ رضؓ
آپ کا واسطہ حضرتِ عائشہ رضؓ

جناب اشفاق صاحب میرٹھی

حق نے تم کو چنا حضرت عائشہ رضؓ
خوب درجہ ملا حضرت عائشہ رضؓ
شاہؐ کی ہے ضیا حضرت عائشہ

جناب اعظمی صاحب رسولپوری

ان ؐ پہ نازل کیا حق نے اپنا کلام!
ان پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام
مرحبا مرحبا حضرت عائشہ رضؓ

جناب انور صاحب ڈیرہ دونی

نازِ خیر الوریٰ ہے حضرت عائشہ رضؓ
اتنا ذہن رسا حضرت عائشہ رضؓ
محترم پارسا حضرت عائشہ رضؓ

جناب برگ صاحب یوسفی فتحپوری

شمعِ بزمِ خدا حضرت عائشہ رضؓ
جانِ خیر الوریٰ حضرت عائشہ رضؓ
عصمتِ حق نما حضرت عائشہ رضؓ

جناب خاطر صاحب جبل پوری

دینِ حق کی ضیا حضرت عائشہ رضؓ
فیصلہ آپ کا حضرت عائشہ رضؓ
خاطرِ بے نوا حضرت عائشہ رضؓ

جناب مولانا دانش صاحب زردی

حضرت عائشہ رضؓ حضرت عائشہ رضؓ
مژدہِ جاں فزا حضرت عائشہ رضؓ
خیرِ خیر الوریٰ حضرت عائشہ رضؓ

راہنما بھی ہے اور مشعلِ راہ بھی ہے
شمعِ عرفانِ حق شانِ صلِّ علیٰ
منقبت آپ کی کہہ کے لایا شفیع

دامنِ مصطفےٰ حضرت عائشہ رضؓ
آپ کا مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ
شوق پہ کیجیے اب تو چشمِ کرم

دین میں کاملہ حضرت عائشہ رضؓ
جب بھی الجھا کوئی دین کا مسئلہ
ہے مظفر کے دل میں یہی آرزو

زوجۂ مصطفےٰ حضرت عائشہ رضؓ
صادقہ اصدقہ حضرت عائشہ رضؓ
رفعتِ اتقا حضرت عائشہ رضؓ

آفتابِ ہدیٰ حضرتِ عائشہ رضؓ
مجتہد کب کوئی تم سا پیدا ہوا
حق سے منظر کو انعام دلوایئے

ہو تمہیں باخدا حضرتِ عائشہ رضؓ
صرف تم کو ملا حضرتِ عائشہ رضؓ
پایا دل نے مزا حضرت عائشہ رضؓ

نورِ صدیق کا حضرتِ عائشہ رضؓ
جب لگائی گئیں آپ پر تہمتیں
غزوۂ بدر میں جس کا پرچم بنا

جناب شفیع صاحب برہانپوری

آپ کا نقشِ پا حضرت عائشہ رضؓ
جلوۂ انتہا حضرت عائشہ رضؓ
آپ کی ہے عطا حضرت عائشہ رضؓ

جناب شوق صاحب بدایونی

کیا مقدر ملا حضرت عائشہ رضؓ
مرحبا مرحبا حضرت عائشہ رضؓ
ہے غلام آپ کا حضرت عائشہ رضؓ

جناب مولانا مظفر حسن ظفر صاحب دہلوی

خلق کی انتہا حضرت عائشہ رضؓ
تم نے حل کر دیا حضرت عائشہ رضؓ
لیں مدینے بلا حضرت عائشہ رضؓ

احقر صفدر گنوری (معتمد بزم)

کانِ مہر و وفا حضرت عائشہ رضؓ
منجلی آئینہ حضرت عائشہ رضؓ
مرحبا مرحبا حضرت عائشہ رضؓ

جناب منظر صاحب دہلوی

جانِ خیر الوریٰ حضرتِ عائشہ رضؓ
نازِ خیر الوریٰ حضرت عائشہ رضؓ
حضرت عائشہ رضؓ حضرت عائشہ رضؓ

جناب نصرت صاحب کانپوری

مدحِ خیر الوریٰ حضرت عائشہ رضؓ
خُلقِ شاہِ ہدیٰ حضرت عائشہ رضؓ
پڑھ کے صلِّ علیٰ حضرت عائشہ رضؓ

جناب ڈاکٹر شبیر محمد خان صاحب بیاری

کتنی ذی مرتبہ حضرتِ عائشہ رضؓ
وہ زمانہ گیا حضرتِ عائشہ رضؓ
وہ دوپٹہ ترا حضرت عائشہ رضؓ

ہم خیال سیاسی جماعتوں کا اتحاد

جمعیتہ علماء پاکستان اور تحریک استقلال کی پاکستان قومی اتحاد سے علیحدگی کے بعد عموماً اور اب مسلم لیگ میں افتراق و انتشار کے بعد خصوصیت سے یہ بات نورانی صاحب کی طرف سے بار بار کہی جا رہی ہے کہ ہم خیال سیاسی جماعتوں کا اتحاد عام انتخابات سے قبل ہونا چاہیے۔ گاہے ماہے جناب پیر آف پگارا بھی اسی دیپک راگ کی تانیں اڑاتے ہیں اپنے تازہ بیان میں بھی پیر صاحب موصوف نے کہا ہے کہ "عام انتخابات سے قبل ہم خیال سیاسی جماعتوں کا اتحاد عمل میں آجائے گا"

لیکن ان بیان بازیوں کے باوجود یہ معمہ نہ سمجھنے کا ہے اور نہ ہی سمجھانے کا۔ نورانی صاحب ہم خیال سیاسی جماعتوں سے مراد لیتے ہیں وہ جماعتیں جو تحریک پاکستان میں کام کرتی رہی ہیں اب اگر محترم نورانی صاحب سے کوئی سوال کر بیٹھے کہ حضور تحریک پاکستان میں جمعیتہ علماء پاکستان کا کیا کردار ادا کیا تھا؟ تو ٹائیں ٹائیں فش کے سوا ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اس لیے کہ جمعیتہ علماء پاکستان تحریک پاکستان کے دوران سرے سے عالم وجود میں ہی نہیں آئی تھی۔ خود نورانی میاں اس دور میں لڑکپن اور بالی عمریا کی حدود سے گزر رہے تھے رہے وہ علماء جن کا مورث اپنے آپ کو نورانی صاحب کہتے ہیں یا جن علماء سے ان کی مسلکاً ومشرباً وابستگی ہے تو وہ تحریک پاکستان کے شدید مخالف تھے مسلم لیگ کی رکنیت کو حرام قرار دیتے تھے اور بانیٔ پاکستان کو سرے سے مسلمان ہی نہیں گردانتے تھے مصور پاکستان پر کفر کے فتوے داغ رہے تھے۔ کتابیں موجود ہیں فتوے اور تحریریں آج بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

خدا جانے نورانی میاں کس منہ سے اپنے آپ کو اور اپنی جمعیتہ کو تحریک پاکستان کا ہراول دستہ کہتے ہیں۔ پاکستان بننے کے ایک عرصہ بعد جب ارباب اقتدار کو علماء کی ایک ٹکڑی کی حمایت درکار ہوئی تو جمعیتہ علماء پاکستان کی ولادت ہوئی اور پھر ایوب مرحوم کے زوال تک علماء کی یہ ٹکڑی ہر حکومت کی جائز و ناجائز حمایت کرتی رہی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی سے جناب صاحبزادہ فیض الحسن تک اس کی تاریخ اخبارات کی فائلوں میں موجود ہے اور صاحبزادہ صاحب تو بھٹو ایسے جابر و ظالم حکمران کی بھی حاشیہ برداری کرتے رہے۔ نورانی صاحب بتائیں کہ تحریک پاکستان میں ان کی اپنی ان کے علماء کی اور ان کی جماعت کی کیا خدمات ہیں؟

ان کے مجوزہ اتحاد میں اصغر خان ویسے شامل ہونے کے لیے تیار نہیں نورانی صاحب بیان دیتے ہیں اور اصغر خان اس کی تردید کر دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی بہت سے امور میں اصغر خان اور نورانی میاں کی راہیں جدا جدا ہیں مثلاً نورانی صاحب جداگانہ انتخابات کے حق میں ہیں اور اصغر خان مخالف۔ نورانی میاں نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں اور اصغر کو مشیر پیش امام کا مشورہ یہ ہے کہ وہ سیکولرازم کے لیے کام کریں۔ اصغر خان کے نفس ناطقہ جناب وزیر علی نے غریبوں کے نظام مصطفیٰ کی بات کی تو نورانی صاحب کے دست راست جناب عبدالستار نیازی کو غصہ آگیا اور انہوں نے تردید کی کہ نظام مصطفیٰ کی یہ تقسیم غلط ہے۔ پیر پگارا صاحب بھی سوفی صد نورانی صاحب کے ہم خیال نہیں ہیں اپنے حالیہ بیان میں بھی انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ میں مولانا مفتی محمود صاحب کی جمعیتہ کو پرو اسلام اور پرو پاکستان سمجھتا ہوں اب اس کا جواب نورانی صاحب کیا دیں گے خدا ہی بہتر جانتا ہے اس کے علاوہ نورانی صاحب جلد انتخابات کا نعرہ لگا رہے ہیں اور اس میں ملک و قوم کی نجات خیال فرماتے ہیں جبکہ پیر صاحب کہتے ہیں کہ ۱۹۸۲ء تک انتخابات نہیں ہونے چاہئیں۔ پیر آف پگارا نے اپنے مجوزہ اتحاد میں جمعیتہ علماء اسلام کو شامل کیا ہوا ہے نورانی صاحب اس کے خلاف ہیں۔ نورانی صاحب کا قارورہ اصغر خان سے ملتا ہے۔

باقی صفحہ ۲۶ پر

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۴

جمعۃ المبارک ۲۶ جنوری ۷۹ء ۲۶ صفر ۹۹ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

رابطہ کیلئے: ہفت روزہ ترجمان اسلام، رنگ محل لاہور-۸

بدل اشتراک

سالانہ -/۶۵ روپے

ششماہی -/۳۳ روپے

سہ ماہی -/۱۷ روپے

فی پرچہ

ایک روپیہ پچاس پیسے

یکے از مطبوعات
جمعیتہ علماء اسلام پاکستان

آخری قسط

محمد عبد اللہ

زوالِ سلطنت کے اسباب و علل پر ایک نظر

آٹھواں سبب :-

اسلامی اصولوں سے اعراض و انحراف ہے، حکمران طبقہ کا شعائر اسلام کی پابندی نہ کرانا عبادات، اخلاقیات، معاملات میں تعلیمات اسلام سے روگردانی کرنا بلکہ ان کے خلاف کرنا۔ ایسے ہی نا اہل و ناخلف لوگوں کے بارہ میں ارشاد باری ہے۔ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ہ (سورۃ مریم پ۱۶) ان کے بعد بُرے لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو خیر باد کہا اور خواہشات کی پیروی میں لگ گئے پھر وہ عنقریب جہنم سے ملیں گے یہ ایک نفسیاتی اور فطری سی بات ہے کہ جب تک سلاطین و اُمرا اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند اور پابند رہتے ہیں تو رعایا (عامۃ الناس) اَلنَّاسُ عَلٰی دِیۡنِ مُلُوۡکِهِمۡ کا خوب خوب مظاہرہ کرتی ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے اردو ادب کا مشہور محاورہ" جیسی راجا ویسی پرجا" بولا جاتا ہے۔

جب حکمران ٹولہ ہی اسلامی اصول و ضوابط سے منحرف اور باغی ہو جائے (خواہ یہ انحراف عملی ہو یا قولی دونوں مضر ہیں) تو پھر رعایا سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے، جس درخت کی جڑیں کٹ چکی ہوں اور دیمک خوردہ ہو وہ کیونکر بار آور ہو سکتا ہے تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب تک ارباب اختیار و اقتدار نے اصول و ضوابط کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنائے رکھا تو فتوحات و برکات کا دروازہ کھلا تھا ان مسلم حکمرانوں کا وہ عہد شاندار اور زریں تھا دیکھئے سلطان نور الدین زنگی رح کا نوجوان بیٹا الملک الصّالح اسماعیل عین عالم شباب میں درد قولنج کی شدت میں تڑپ تڑپ کر موت کا استقبال کر رہا ہے ماہر اور حاذق اطبا کی ایک کمیٹی اور بورڈ نے شراب بطور دوا کے تجویز کی لیکن مریض شہزادہ جو شدت درد سے بسترِ مرگ پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا کہ۔ لَا اَشۡرِبُ حَتّٰی اَسۡئَلَ مِنَ الۡفُقَهَآءِ میں اسے ہرگز منہ نہیں لگاؤں گا جب تک کہ علماء سے تسلی نہ کر لوں، علماء کے ایک بورڈ نے شہزادہ اسماعیل کی خطرناک حالت اور اطبا کا اتفاق بطور دوا بامر مجبوری دیکھ کر اجازت دے دی۔ لیکن شہزادہ کہتا ہے کہ اے گروہِ علماء اگر میری موت کا وقت خدا تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے آچکا تو کیا شراب کے یہ چند گھونٹ اسے ٹال سکتے ہیں اور مجھے موت کے پنجہ سے بچا سکتے ہیں۔ علماء نے فرمایا حَاشَا وَ کَلَّا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فرمان باری اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ (القرآن) شہزادہ اسماعیل کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے اس حال میں ملاقات پسند نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی حرام کردہ شئ شراب کی بو میرے منہ سے آرہی ہو۔ (ابن اثیر) شہزادہ کی اسلامی اصولوں پر پابندی اور تعظیم شعائر اور مذہبی اقدار کی تکریم اس کے دو ٹوک جواب سے ملاحظہ فرمایئے تاریخ اسلام۔

اس کے برعکس آج کے حکمرانوں شاہزادوں کا محبوب ترین مشغلہ جام و مینا اور ولائتی شراب کی چسکیاں لینا ہے۔

ہائے افسوس ہے ہیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

جو ڈوبے ان گلاسوں میں نہ ابھرے جوانی میں
ہزاروں بہہ گئے ان بوتلوں کے بند پانی میں
نہ کر برباد زندگی اپنی، او بوتل کے دیوانے
ملی ہے زہر شربت میں، چھپی ہے آگ پانی میں

اصحاب و علماء فہم و بصیرت کے نزدیک زوالِ سلطنت کا یہ سبب سب سے بڑا اور بہت اہم ہے اور وہ ظاہر ہے کہ ایک نظریاتی مملکت کی بنیاد جس عقیدے، مذہب، افکار و خیالات پر ہے جب ان اصول و ضوابط کو ہی پامال اور نظر انداز کر دیا جائے اور بنیاد ہی اکھیڑ دی جائے تو وہ عمارت کس طرح قائم رہ سکتی ہے لا محالہ زمین بوس ہو گی

نواں سبب :-

سلطنت و ریاست کے اعلیٰ اور مرکزی عہدوں اور مناصب پر جہلا کا تقرر ہے اس سے مضبوط سے مضبوط ترین حکومت کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں، چونکہ وہ اپنے عہدوں اور مناصب جلیلہ کے اہل اور لائق نہیں ہوتے لازم ہے کہ وہ اپنے مفوضہ امور و فرائض کو کماحقہ اور بخوبی نہیں نبھا سکیں گے بلکہ وہ اپنی ناتجربہ کاری نااہلی کی وجہ سے بہت بڑا ہرج اور مملکت کا نقصان کریں گے غلط منصوبہ بندیوں اور بے ڈھنگے پن سے ریاست کا خزانہ خالی کریں گے رفتہ رفتہ سلطنت ان کی نالائقی کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ —— سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے لائق اور قابل ترین لوگوں کو جو خود عہدہ اور منصب کے طالب و متقاضی ہوتے کبھی بھی امر سلطنت تفویض نہ فرماتے۔ بلکہ ایسے افراد کو آگے لانے کی کوشش فرماتے جو باصلاحیت ہونے کے باوجود دور رہنے کی سعی کرتے ایک مرتبہ تو دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ آپ نے ایک بہت ہی لائق آدمی کو گورنر مقرر کرنے کا خیال کر لیا حسن اتفاق سے وہ آدمی بھی آگیا اور حاضر خدمت ہو کر کہنے

لگا کہ آپ مجھے کہیں گورنر ہی مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے بارے میں ایسا ہی سوچا تھا اور بہت قریب تھا کہ تیری یہ خواہش خود بخود پوری ہو جاتی لیکن اب کبھی نہ ہو گی کیونکہ جو شخص کسی عہدہ کا خواہش مند ہو اسے کبھی اس پر فائز نہیں کرنا چاہیئے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ایسے آدمی کو والی بنا دوں جبکہ اس سے اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک کوئی دوسرا موجود ہو اور ماشاء اللہ اب تو سارا نظام حکومت نوکر شاہی کے ہاتھوں میں ہے، سیاہ سفید کے مالک ہیں جو انٹر ویوز، تعلیمی ڈگریوں، سفارشوں۔ بھاری رشوتوں، کنبہ و قبیلہ پروریوں کے بل بوتے اعلیٰ اور اہم مناصب کی کرسیوں پر آ کر براجمان ہوتے ہیں اور دستخطوں کے سوا کچھ نہیں جانتے فیا للعجب

دسواں سبب :۔

سلطنت و حکومت کو موروثی بنا لینا ہے۔

ہر چیز کو اپنی ملکیت و جائیداد سمجھ کر بلا خوف تردید ہر قسم کا تصرف روا رکھنا اور نسلاً بعد نسلٍ کہ یہ وراثت (امر سلطنت) باپ کے بعد بیٹے کو منتقل ہو بعض اوقات شیر خوار بچوں کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے حتی کہ اگر خاندان میں کوئی مرد موجود نہیں تو ضعیف البیان صنف نازک عورت بیچاری کو نظام سلطنت اور تخت حکومت تفویض کیا جاتا ہے تاریخ ایسے حالات سے بھری پڑی ہے مثلاً علاء الدین خلجی ایسے با جبروت آدمی کے خاندان کا حشر دیکھ لیجئے یہ سب تباہی و بربادی سلطنت اور امور ریاست کو وراثت سمجھنے سے ہوئی کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین اگرچہ وہ نااہل اور پرلے درجہ کا نالائق ہی کیوں نہ ہو اصل حقیقت اہلیت و لیاقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

گیارہواں سبب :۔

سلاطین و حکمران طبقہ کے دلوں سے رعایا کے لئے اسلامی ہمدردی اور تالیف قلبی کا ختم ہونا ہے۔ جب امیر اور حاکم وقت اپنی رعایا سے تنگی و ترشی کا سلوک کرنے اور قساوت قلبی کا مظاہرہ کرے۔ تو مجبور مقہور عوام اس حاکم سے بدظن ہو جاتے ہیں اور دلوں میں مخالفت اور عناد پلتا رہتا ہے جو موقعے اور وقت کی تاڑ میں رہتا ہے اور جونہی موقعہ ملا بس پانسہ پلٹ دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک اچھا حکمران رعایا کے لئے بمنزلہ شفیق باپ کے ہوتا ہے۔ پھر ایسے حاکم کے لئے رعایا بھی فرمان بردار اور اطاعت شعار اولاد جیسا مظاہرہ کرتی ہے۔ جو حاکم اپنی رعایا کو ہمیشہ خوش و خرم رکھتا ہے، اپنی سخاوت اور داد و دہش اور عطیات سے لوگوں کے دل اپنے کنٹرول میں کر لیتا ہے زبان کی نرمی اور پیار سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے تو عوام ایسے ہر دلعزیز حکمران روا کے اشارۂ ابرو پر مرمٹنا سعادت سمجھتے ہیں جبکہ ظالم حاکم سے رعایا تنگ آ کر اس کے مقابلہ پر اتر آتی ہے اور بصورت عجز اسے بد دعاؤں سے یاد کرتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو گورنری کے لئے اہل اور موزوں سمجھ کر بلایا اور پروانہ تعیناتی لکھوایا اسی اثناء میں ایک بچہ آیا اور امیر المومنین کی گود میں بیٹھ گیا آپ نے بچے کو پیار کیا اور بڑی شفقت و محبت کا اظہار کیا وہ شخص یہ سب ماجرہ دیکھ کر حیران رہ گیا

یہاں تک وہ اپنی حیرت و استعجاب پر قابو نہ پا سکا، عالم استعجاب میں بول اٹھا۔ امیر المومنین یہ کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے مجھے دس بچے دیئے ہیں لیکن کیا مجال کہ کوئی بچہ میرے ساتھ اس طرح بے تکلفی سے پیش آئے یا قریب پھٹک جائے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا اے بندۂ خدا اگر اللہ تعالےٰ نے تیرے دل سے رحمت و شفقت کا مادہ سلب کر لیا ہے، اور تجھ کو سنگ دل بنا دیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے اور میں کیا کر سکتا ہوں اس کے فوراً بعد آپ نے اس شخص کا پروانہ تقرری یہ کہتے ہوئے چاک کر دیا کہ "جو شخص اپنی اولاد کے ساتھ بھی رحم و کرم کا روادار نہیں بھلا ایسا شخص غیروں رعایا المسلمین عام رعایا کے ساتھ کیا حسن سلوک اور نرمی و خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے گا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ الحدیث۔ بلاشبہ خداوند عالم ہر معاملہ میں نرمی پسند فرماتے ہیں اور مسلم حکمران اور سلطان کو تو نائب خدا اور ظلِّ اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے فرمان کے تحت کو اس کو رحم و کرم نرمی دلی و خوش مزاجی کا مجسم پیکر ہونا چاہیئے

بارہواں سبب :۔

غیر مسلم افراد اسلام اور اہل اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں گھس جائیں اور پھر جد و جہد کر کے اعلیٰ مناصب اور کلیدی آسامیوں پر پہنچ جاتے ہیں، بعد ازاں تخریبی کاروائیاں شروع کر دیتے ہیں ایسے شر انگیز اور فتنہ خیز اقدام اٹھاتے ہیں جس سے سادہ لوح مسلمان، اور عوام میں فتنہ و فساد بپا ہو جاتا ہے اور رعایا کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی بہترین اور مضبوط قوتوں اور دفاعی صلاحیتوں کو باہم دست و گریباں ہو کر ضائع کر دیتے ہیں اور پوری رعایا کمزور نحیف و نزار ہو کر رہ جاتی ہے اس کا اثر سلطنت و حکومت پر پڑتا ہے جس کے نتیجہ میں حکومت میں کمزوری کے آثار ابھر آتے ہیں اور غیر ممالک احترام آدمیت اور امن عامہ کے حسین و دلفریب بہانہ سازیاں کر کے مداخلت کرتے ہیں، ان کے اندرونی ایجنٹ نام نہاد مسلم اندر رہ کر ان کی راہ ہموار کرتے ہیں اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حکومت کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں اس سبب کی مکروہ شکل خود اس وطن عزیز اور ارض پاک میں قادیانی مرزائیوں اور عبد اللہ ابن سبا کی روحانی و معنوی ذریت کی صورت میں موجود ہے جو خوب بال و پر کھول کر زیر زمین اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہیں جیسا کہ سقوط بغداد میں خلیفہ معتصم باللہ کے شیعہ وزیر ابن علقمی نے مرکزی اور اہم کردار ادا کیا تھا بقول حافظ ذہبی رح اس نے عباسی حکومت مٹانے اور علوی راج قائم کرنے کے لئے چنگیزیوں اور تاتاریوں سے خفیہ خط و کتابت کی اور خود دعوت دے کر بلایا اسی کے قریب قریب سیوطی رح نے تاریخ الخلفاء میں اور ابو الفداء نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ارض پاک میں گندم نما جو فروش اور مسلم نما کافر چہروں کی نقاب کشائی اگر مطلوب ہو تو مو قرماہنامہ

الحق کے مدیر شہیر مولانا سمیع الحق کی حالیہ تالیف "قادیان سے اسرائیل تک"، کا مطالعہ کیجئے انشاءاللہ بڑے عجیب و غریب اور لرزہ خیز انکشاف ہوں گے۔

نئے گل کھلیں گے تیری انجمن میں
اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

ہمارے اکابر علماء تو روز اول سے کہہ رہے ہیں لیکن کون سنتا ہے طوطی کی نقار خانے میں۔ لیکن جب عقرب صفت لوگوں نے صاحب بہادروں پر نیش زنی شروع کی تو یہ درد سے تڑپ کر چیخ اٹھے اور تطہیر کا شور مچا دیا اب وقت قریب آگیا ہے۔

ایک پردہ وفاداری صد سازش غداری
تعمیر کی آوازیں تخریب کی تدبیریں

ایسے ہی بدطینت اور نام نہاد مسلم اور اور رذیل الفطرت مسلم دشمن عناصر نے ہمارے ملک عزیز کو ۱۹۷۱ء میں دولخت کیا۔ فالی اللہ المشتکی۔

تیرہواں سبب:۔

سلاطین و حکمران کی بیویوں اور اولاد کا بے راہ روی آوارگی اختیار کرنا ہے مال و اولاد از دواج سے محبت و مودت انسانی فطرت ہے وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ انسان بہت سے گناہ اخلاقی جرائم مثلاً لوٹ مار، رشوت، چوری، اپنی محبوبہ حیات کی جائز و ناجائز فرمائشیں پوری کرنے اور اپنی اولاد کا مستقبل محفوظ و بہتر بنانے کے لئے کرتا ہے اسی لئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (القرآن) تمہارا دنیوی مال و متاع اور تمہاری اولاد بہت بڑی آزمائش ہیں اور آقائے نامدار کا فرمان مبارک ہے مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً ھِیَ اَضَرُّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ (الحدیث) متفق علیہ میں اپنے بعد مردوں پر سب سے زیادہ خطرناک فتنہ عورتوں کے بعد اور کوئی نہیں چھوڑ رہا یعنی سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں کا ہے خصوصاً امراء اور حکام کے لئے حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سیرت ملوکاں میں فرماتے ہیں کہ

بازناں شاہ ہے کہ در خلوت نشست
دور نبود گر رود ملکش زدست

ایسا بادشاہ جو عورتوں کے ساتھ خلوت گزینی کرے کوئی بعید نہیں کہ اس کی مملکت اس کے ہاتھ سے جاتی رہے یعنی زوال سلطنت عین ممکن ہے ابھی ہمارے قومی اخبارات میں صدر یحییٰ اور اقلیم اختر رانی، بھٹو اور حسنی شیخ کے معاشقہ کی داستانوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے عورت کا وجود ایک مرد کی سب سے بڑی کمزوری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی آواز تک قدغن لگائی ہے۔ آج عورت کا عظیم فتنہ پوری قہرمانیوں کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر ہے اور وہ صاحب اختیار حضرات کی بیگمات وغیرہ کا حکمران طبقہ کی بیگمات اور اولاد ہمارے معاشرہ پر کس کس انداز میں فتنہ بنی ہوئی ہے اس کے مختلف النوع مظاہر و واقعات آئے دن ہم اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں جنہیں دیکھ اور سن کر مارے شرم کے شرف انسانیت کا سر جھک جاتا ہے اور ایک شریف آدمی عرق میں غرق ہو جاتا ہے لیکن وہ ننگ انسانیت اکڑ اکڑ کر برملا کہتے ہیں۔ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ ان اسباب کے بیان کرنے کے بعد ملا احمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بادشاہ جب تک سلطنت و ریاست کے اصول جمہوری نہ ہوں گے سلطنت کو بقا اور استحکام نصیب نہ ہو گا۔

سلطنت کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اصول و ضوابط اسلام کے جمہوری و شورائی نظام ہوں اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ سلطنت باقی نہیں رہ سکتی اور اگر کچھ عرصہ رہی بھی تو زیادہ دیر تک نہ چل سکے گی۔ یہ تیرہ ۱۵ زوال سلطنت کے اسباب تھے جو ایک عالم ربانی و حقانی نے ایک مطلق العنان بادشاہ کے سامنے بڑی جراءت و دلیری کے ساتھ نقد و تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرمائے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ اخیر الجزاء

بلاشبہ اس پرُ فتن دور میں خدا کے فضل و کرم سے ارض پاک میں علماء حق کی ایک جماعت جمعیت علماء اسلام ایک تجربہ کار نامور عالم حضرت مفتی صاحب کی قیادت و سیادت میں حکومت الٰہیہ کے قیام اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے محدود وسائل کے باوجود اپنی منزل کی جانب شب و روز رواں دواں ہے جبکہ علماء سو اور تخریب کاروں کا ایک منظم گروہ ہر مقام و موڑ پر ان بندگان خدا کے سد راہ اور متصادم ہوتا ہے لیکن بقول عرفی رح۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں۔
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را

بقیہ : اداریہ

پیر صاحب نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ان سے کون اتحاد کر رہا ہے منبر پیش امام پیر صاحب کے نزدیک نہ منبر ہیں اور نہ ہی پیش امام اور پھر غضب بالائے غضب یہ کہ پیر صاحب اپنے متعدد بیانات میں کہہ چکے ہیں کہ ہم اس ملک میں ملاازم نہیں آنے دیں گے۔ اب نورانی صاحب بتائیں کہ کیا وہ بھی ملاازم کے مخالف ہیں؟ کیا وہ بھی پیر صاحب کی طرح جمعیۃ علماء اسلام کو پرو اسلام اور پرو پاکستان کہتے ہیں کیا وہ بھی انتخابات ۱۹۸۲ء میں کرانے کے حامی ہیں کیا وہ بھی اصغر خان کے اتنے ہی مخالف ہیں جتنے کہ پیر صاحب؟

اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کون سی ہم خیال سیاسی جماعتیں ہیں جن کے اتحاد کی نورانی صاحب داغ بیل ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ کون سا سیاسی اتحاد ہے جس کے لیے وہ کوشاں ہیں کیا کبھی تنہائی میں نورانی صاحب نے اس رخ سے سوچا یا وہ دیدہ و دانستہ قومی اتحاد کو اس قسم کی گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں ہم نورانی میاں پر واضح کئے دیتے ہیں کہ ان کے مجوزہ اتحاد کی بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔

الطاف حسین
سرکولیشن منیجر
راولپنڈی اور پشاور کے
دورے پر ہیں۔

زاھد بلند شہری

رواں دواں

○ اتفاق

اندھیری نگری

○ بروقت خون کی فراہمی

○ وقت کم ہے اور مقابلہ سخت

○ مُردہ کون ؟

○ صرف ۳۸ دن

○ جارح کمیونسٹ

نوائے وقت کے مسائل و شکایات کے کالم میں ملک ممتاز پریس رپورٹر کا خط شائع ہوا ہے اس میں جو عجیب اتفاق ہمارے دیکھنے میں آیا وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مرحوم کیپٹن ممتاز ملک کسی حد تک ملک ممتاز کے ہم عصر تھے وہ برما ریڈیو سے منسلک رہے اور ملک ممتاز (جو بقید حیات ہیں) آل انڈیا ریڈیو سے منسلک رہے۔ انہوں نے بھی ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ میں کام کیا اور ملک ممتاز کا بھی ڈیفنس کے شعبے سے تعلق رہا۔ مرحوم ممتاز بھی "زمیندار" میں تھے اور ملک ممتاز بھی "زمیندار" میں کام کرتے رہے ہیں۔ مرحوم کے ایک صاحبزادے کا نام طارق ممتاز ہے اور اتفاق سے ملک صاحب کے صاحبزادے کا نام بھی طارق ممتاز ہے۔ مرحوم کے بال سفید تھے۔ ملک ممتاز صاحب کے بال بھی سفید ہیں۔ مرحوم دل کے مریض تھے اور ملک صاحب بھی تقریباً دل سے متعلق امراض میں مبتلا ہیں۔ آگے اگر شعبہ تو نہیں بدلتا البتہ کام بدل جاتا ہے مثلاً مرحوم نوائے وقت کے سینئر سب ایڈیٹر تھے اور ملک ممتاز پریس رپورٹر ہیں۔ ملک ممتاز صاحب نے عوام سے جو گزارش کی ہے وہ بھی پڑھتے جائیے "میرے لیے تندرستی کی دعا اور مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔" نادم تحریر زندہ ہیں آگے کا پتہ نہیں۔

نواب محمد احمد خان کے قتل کے بڑے مجرم اور کال کوٹھڑی کے سینئر مکین مسٹر بھٹو کے مسوڑھوں کے مرض کے بارے میں گزشتہ سال سے عوام واقف ہوتے ہیں۔ لاہور ہائیکورٹ اور پھر عدالت عالیہ سپریم کورٹ میں مقدمہ کی سماعت کے دوران انکی بیماری سے متعلق کئی بار یہ بات زیر بحث آئی کہ مسٹر بھٹو کس "سپیشلسٹ" سے علاج کروانا پسند فرمائیں گے۔ مسٹر بھٹو کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر نیازی کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ مگر افسوس کہ وہ بھی علاج نہ کر سکے۔ حال ہی میں جو نئی بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ بارہ برس میں علاج نہ ہو سکا۔ مگر اس سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے۔ کہ ڈاکٹر نیازی مسوڑھوں کے متعلق نہ جانتے ہوئے بھی اس کا علاج کرتے ہیں اور مسٹر بھٹو ان ہی سے علاج کروانے پر مصر ہوتے ہیں۔

اس کالم میں جو ہم آپ کو بات بتلانے والے ہیں وہ یہ ہے کہ مسٹر بھٹو کے لیے ۱۹۷۷ء کی انتخابی مہم کے دوران دانتوں کے علاج کے لیے پورٹیبل ساز و سامان سرکاری خرچ پر خریدا گیا۔ جو ہر جلسے اور ہر دورے میں مسٹر بھٹو کے ہمراہ ہوتا تھا۔ تاکہ دوران تقریر اگر تکلیف محسوس ہو تو طبی امداد فوراً دی جا سکے۔ اس انتخابی مہم میں مسٹر بھٹو کے ہمراہ محکمہ صحت کے ڈائریکٹر جنرل نصیر اے شیخ ہوتے تھے جو انسانی جسم میں اضافی خون منتقل کرنے کا ساز و سامان رکھتے تھے تاکہ مسٹر بھٹو پر قاتلانہ حملہ کی صورت میں اگر خون کی ضرورت پڑے تو بلا تاخیر اور بروقت خون دیا جا سکے۔ کیونکہ بقول مسٹر بھٹو کئی سیاسی راہنما محض اس وجہ سے مر گئے کہ انہیں بروقت خون نہیں مل سکا۔

"قائد عوام" اور قوم کے ہمدرد مسٹر بھٹو ان غریب اور نادار و بے کس مریضوں سے شاید اس لیے جان بوجھ کر بے خبر ہیں کہ کہیں ان کو بروقت خون مہیا کرنا پڑ جائے آخر وہ بھی انسان ہیں ان کی جان بھی درد اور تکلیف محسوس کرتی ہے۔ انسان ہونے کے ناطے سے تمام انسان برابر ہیں۔ اور پھر انسانی ہمدردی تو چھوٹے بڑے اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق محسوس نہیں کرتی۔ مسٹر بھٹو کے دور میں آئے دن اخبارات میں "خون کی ضرورت ہے" کے عنوان سے مسلسل اشتہارات شائع ہوتے تھے۔ مسٹر بھٹو کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی ہمارے خیال میں تو جوں رینگنی بھی نہیں چاہیے کیونکہ "ہسپتالوں کی دہلیزوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے والے بڑے آدمی تو نہیں ہیں ان کی جان قیمتی تو نہیں ہے۔"

جمعیتہ علمائے پاکستان کے صدر شاہ احمد نورانی کا بیان نظروں سے گزرا اس میں انہوں نے کہا ہے کہ "مستقبل قریب میں تحریک استقلال، مسلم لیگ، (پیر پگارا گروپ) اور جمعیتہ علماء پاکستان کے درمیان اتحاد کا امکان ہے"۔ یہ بیان سرورق پر ہے۔ صفحہ آخر پر جمعیتہ علماء پاکستان کے راہنما شاہ فرید الحق کا بیان ہے ان کا کہنا ہے کہ "جمعیتہ کسی بھی حالت میں اتحاد میں شامل نہیں ہوگی کیونکہ جمعیتہ اتحاد کو "مردہ گھوڑا" سمجھتی ہے اور اس میں دوبارہ جان نہیں ڈالی جا سکتی۔" آگے چل کر کہتے ہیں کہ "اتحاد نے حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر کے ۱۹۷۷ء کی تاریخی قربانیاں دینے والوں سے دھوکا کیا ہے۔"

شاہ احمد نورانی اور شاہ فرید الحق کے بیانات

کو پڑھ کر جو نتیجہ ہم نے اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ شاہ احمد نورانی نت نئے اتحاد قائم کر کے ہمیں یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ عوام قومی اتحاد سے دل برداشتہ ہو چکے ہیں، حالانکہ بات ایسی نہیں ہے۔ عوام نے قوم اتحاد کے پلیٹ فارم سے تحریک چلائی اور قربانیاں دیں اس وقت کسی کی زبان پر کسی سیاسی جماعت کا نام نہیں تھا صرف اور صرف قومی اتحاد کا تھا۔ جو ابھی تک موجود ہے نو کی نو سیاسی جماعتیں اس اتحاد کے اعضا تھے۔

اب اگر شاہ فرید الحق یہ کہیں کہ "قومی اتحاد مردہ گھوڑا ہے" تو ان کی یہ منطق کسی ذی شعور کی سمجھ میں نہیں آ سکتی کیونکہ اگر قومی اتحاد گھوڑا ہے (جیسا شاہ فرید الحق فرماتے ہیں) تو قومی اتحاد میں شامل نو جماعتیں یقیناً اس گھوڑے کے اعضاء ہیں۔ اور اگر کسی جاندار جسم سے کوئی حصہ علیحدہ ہو جائے تو علیحدہ ہونے والا حصہ مردہ ہو جاتا ہے اور جاندار جسم وقتی تکلیف کے بعد اپنے ایک عضو سے محروم ہو جاتا ہے بدستور جاندار رہتا ہے۔ اب شاہ فرید الحق کی منطق پر ذرا غور کیجیے کہ قومی اتحاد جمعیۃ علمائے پاکستان میں شامل تھا یا جمعیۃ علماء پاکستان قومی اتحاد میں شامل تھی؟ ظاہر ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان ہی قومی اتحاد میں شامل تھی اور علیحدہ ہونے سے قبل تک اس کا اٹوٹ انگ حصہ تھی مگر جب وہ خود ہی علیحدہ ہو گئی تو درج بالا جاندار جسم کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات پورے وثوق اور یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان۔ این۔ ڈی۔ پی اور تحریک استقلال کے قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے کے بعد قومی اتحاد تو بدستور جاندار ہے البتہ اس سے علیحدہ ہونے والی جماعتیں بے جان ہو چکی ہیں ان کے علیحدہ ہونے سے اتحاد کو ایک جاندار جسم کی مانند وقتی تکلیف تو ہوئی ہے۔ مگر قومی اتحاد بے جان نہیں ہے شاہ فرید الحق نوٹ فرما لیں۔ "گھوڑا مردہ نہیں ہے یہ جاندار ہے اور منزل کی طرف بدستور گامزن ہے۔"

محکمہ ریلوے کے متعلق لکھنے بیٹھیں تو نجانے کتنے دفتر لکھے جانے کے باوجود ریلوے کے اندرونی بیرونی مطلق العنان افراد کی کتھا پھر بھی باقی رہ جائے گی۔ ریلوے کے ۸۰ فیصد ملازمین اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتے ہیں، کیونکہ یہاں تنخواہ تو اتنی نہیں ہے البتہ کچھ "اوپر سے" اور کچھ "بیچ" کر اچھی خاصی "پیدا" ہو جاتی ہے۔

اسی کو دیکھتے ہوئے کوئی ریلوے ملازم چپڑاسی ہو یا افسر اس محکمے سے نکلنے کے بارے میں سوچتا تک نہیں اس محکمے کے تقریباً تمام شعبے کسی نہ کسی طور سے بدنام ہیں اگر آپ کو اس بدنام محکمے میں کوئی ملازم شریف النفس مل بھی جائے تو اسے غنیمت سمجھئے ہم نے ایک دوست کے کہنے پر کسی ایسے ہی شریف النفس کی تلاش شروع کر دی کافی تگ و دو کے بعد ریلوے کے شعبہ ڈیفنس میں پروجیکٹ ڈائریکٹر حاجی وقار علی المعروف وی۔ اے خان مل ہی گئے باریش فرشتہ صورت، نام سے قبل حاجی، جو صرف نام ہی نہیں بلکہ حقیقت میں حج کیا ہوا، عبادت گزار حاجی صاحب کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا اشتیاق مجھے ان کے شعبے میں لے گیا۔ ان کے متعلق صرف ایک واقعہ جو حال ہی میں رونما ہوا ہے آپ کو بتاتا چلوں خود اندازہ لگائیے کتنے پانی میں ہیں حاجی صاحب عرف وی۔ اے خان اپنے شعبے میں ۳۴ سالہ نوجوان کو بطور فٹر مستری کے لائے۔ اور اس عملے سے کہا گیا کہ یہ بطور فٹر آئے ہیں انہیں کچھ کام "سمجھاؤ"۔ عملے نے اعتراض کیا کہ جناب اس کی تو عمر ۳۴ سال ہے ہم تو ۳۴ سال سے یہاں کام کر رہے ہیں مگر ابھی تک فٹر مستری کی پوسٹ تک نہیں پہنچ پائے یہ شخص کیونکہ ابھی آیا اور براہ راست فٹر مستری بن گیا؟ حاجی صاحب پر ماتحتوں کی لے دے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا "حضرت" حاجی صاحب کے رشتہ دار ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ عمر ان کی ۲۴ سال ہے اور تجربہ انہوں نے ۱۵ برس بتایا اور پھر حیرت ہے کہ ۱۵ برس کے طویل تجربہ کے بعد بھی وہ کام کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اندھیر نگری کسی جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ اندھیر نگری یہ ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن میں پروگراموں کی تطہیر کے بعد — سے "ایک حقیقت ایک افسانہ" کے عنوان سے ڈراموں کی سیریز دکھائی جا رہی ہے اس میں ایک صاحب اخبار کے ایڈیٹر کا کردار ادا کر رہے ہیں اور ڈرامے میں جب بھی وہ اپنے اسسٹنٹ سے کسی اہم مسئلے پر گفتگو کرتے ہیں تو ذرا تیز لہجے میں یوں گویا ہوتے ہیں "بھئی امجد! وقت کم ہے اور مقابلہ سخت"

یہ صاحب جو ایڈیٹر کا کردار ادا کر رہے ہیں "مقابلہ سخت" زور دے کر کہتے ہیں یہاں بات کرنے کا مقصد ٹی وی کے کسی ڈرامے کا اعادہ نہیں ہے بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ ملک میں انتخابات کا ماحول موجودہ سال یعنی ۱۹۷۹ء مقرر ہے البتہ تاریخ کا تعین باقی ہے اس سال میں انتخابات کے انعقاد سے قبل قبل دو کام یعنی نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور احتساب کے عمل کا اختتام کو پہنچنا از حد ضروری ہیں۔ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے سلسلے میں صدر محترم نے نظریاتی کونسل تشکیل دی اور پھر شریعت اور اپیل بنچ قائم کرنے کا اعلان کیا۔ نظریاتی کونسل کچھ مسودہ قوانین تیار کر چکی ہے مگر نفاذ ہنوز باقی ہے اور ابھی شریعت و اپیل بنچ کا عملی قیام باقی ہے۔ ادھر احتساب بھی دھیمی رفتار سے ہو رہا ہے بعض سیاسی جماعتیں اس کی دھیمی رفتار پر برہم بھی ہیں ان کی یہ بھی شاید درست ہو کیونکہ جنرل و صدر مملکت جناب محمد ضیاء الحق اس سال کو "الیکشن ایئر" کہہ چکے ہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ اتنے قلیل عرصے میں کیا احتساب کا عمل اور نظام مصطفیٰ کا مکمل نفاذ ہو سکے گا؟ ہم اس بارے میں صدر محترم سے بڑے ادب سے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کاموں کی رفتار تیز کیجیے کیونکہ "وقت کم ہے اور مقابلہ سخت"

ٹیلی ویژن پر جائزہ کے عنوان سے ہونے والے پروگرام میں راولپنڈی کے کالج کے ایک انسٹرکٹر نے سامعین و ناظرین کو یہ بتا کر حیران کر دیا کہ "تعلیمی سال کے ۱۰۳ ایام میں سے صرف ۳۸ دن پڑھائی ہوئی اور اب صرف ۶۳ دن باقی رہ گئے ہیں" انسٹرکٹر کی یہ بات سن کر شریک پروگرام اور دیگر سامعین تو ضرور حیران ہوئے ہوں گے۔ مگر ہمارے لیے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے آپ پوچھیں گے واہ صاحب قوم کے نونہالوں نے ۱۰۳ ایام میں سے صرف ۳۸ دن پڑھائی کی آپ کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں!

ہم حیرانی کے جواب میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوم بات بات پر چھٹی کرنے کی عادی ہو چکی ہے خصوصاً قوم کے نونہال تو

تعلیمی ادارے کا بند ہونا اپنے لیے باعث رحمت سمجھتے ہیں۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو حقیقی معنوں میں یہ بہت بڑا قومی جرم ہے۔

کمیونسٹ ممالک میں تو خوشی کے موقع پر اس خوشی کے اظہار کے لیے تعلیمی ادارے زیادہ دیر تک کھلے رہتے ہیں فیکٹریوں اور کارخانوں میں معمول سے زیادہ کام ہوتا ہے مگر ہمارے یہاں کی روایت اس کے برعکس ہے نام نہاد عوامی حکومت نے تو سال میں روائتی چھٹیوں کے علاوہ متعدد نئی چھٹیوں کی طرح ڈالی تھی ایک تو نئی نسل کھلنڈری، سوتے پر سہاگہ یہ ہے کہ کھیل تماشے کا مزید سامان پیدا کیا گیا اور اب ۶ سال گزرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا ہے کہ قوم کے فرزند مستقبل میں ملک کی باگ ڈور سنبھالنے والے بات بات پر چھٹی چاہتے ہیں اور پھر حیرت ہے تعلیمی اداروں کے سربراہوں پر کہ وہ ان کے چھٹی کے مطالبوں پر بلاپس وپیش کے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے نئی نسل کو تربیت دینے والے ہی خود اس سلسلے میں تربیت طلب ہیں۔

صومالیہ نے روس سے دوستی گانٹھی تو روس کے نزدیک صومالیہ، شابا میں ہونے والی بغاوت کو ختم کرنے میں حق بجانب تھا کیونکہ ہر ملک اپنے داخلی معاملات کا خود ذمہ دار ہے اور کسی بھی بغاوت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ صومالیہ کی روس سے دوستی شاید اس لیے تھی کہ روس اسے زندگی کے ہر میدان میں مالی و اقتصادی امداد فراہم کرے گا۔ نیز سامراجیوں کے خلاف نبرد آزما ہونے اور بغاوت کچلنے میں اسلحی تعاون کرے گا۔ مگر دوستی کے بعد صومالیہ پر یہ منکشف ہوا کہ روس سے دوستی کا مقصد نظریات و افکار کو بدلنا اور ہمسایہ ملکوں کے اندرونی معاملات میں ٹانگ پھنسانا ہے۔

صومالیہ نے اس انکشاف کے بعد روس سے دوستی آہستہ آہستہ ختم کر دی۔ روس نے صومالیہ کو اس کی سزا یہ دی کہ صومالیہ کے صوبے شابا میں باغیوں کو اسلحہ پہنچانا شروع کر دیا اور عالمی برادری میں شابا کی آزادی کے لیے صومالیہ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ روس کی یہ پالیسی ہماری سمجھ میں آنے سے قاصر ہے کہ روس سے دوستی ہو تو ظالم مظلوم بن جاتا ہے اور اگر روس سے دوستی نہ ہو تو مظلوم کو بھی ظالم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال جنوب مشرقی ایشیا میں کمپوچیا (کمبوڈیا) ہے کمپوچیا کے عوام نے شہزادہ نورودم سہانوک کی قیادت میں امریکی سامراجی ایجنٹوں کیخلاف کئی سال مسلح چھاپہ مار جدوجہد کی اور بالآخر سامراجیوں کو نکال باہر کیا اور ایک آزاد اور خود مختار کمپوچیا پھر سے منظر عام پر آ گیا کمپوچین عوام کی مسلح جدوجہد کے دوران روس اور چین مشترکہ طور پر ان کی مدد کر رہے تھے۔ اور دونوں یہ سمجھتے تھے کہ کمپوچین عوام نورودم سہانوک کی قیادت میں صحیح جدوجہد کر رہے ہیں۔

ویت نام کی آزادی کے بعد ویت نام روس کے زیر اثر آ گیا اور کمپوچیا کی وابستگی چین سے ہو گئی۔ روس کو کمپوچیا کی یہ بات ناگوار گزری اور ویت نام نے روس کی شہہ پر کمپوچیا سے بلا جواز سرحدی جھڑپیں شروع کر دیں۔ کمپوچیا کے احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ماسکو اور ہنوئی ریڈیو نے کمپوچیا کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں دن رات ایک کر دیا۔ اور بالآخر ویت نامی فوجیں باقاعدہ کمپوچیا پر حملہ آور ہوئیں۔ کمپوچین عوام اور فوجوں نے مقابلہ کیا مگر مقابلہ آخر کہاں تک کرتے شہزادہ نورودم سہانوک کے بیان کیمطابق ویت نام نے کمبوڈیا پر حملے کے دوران ۱۴ انفنٹری ڈویژن۔ دس ہزار روسی ٹینک اور سینکڑوں طیارے استعمال کئے یہ حملہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ روس اپنا حلقہ اثر آہستہ آہستہ بڑھا رہا ہے۔ یہ وہی پول پاٹ اور شہزادہ سہانوک ہیں جس کے متعلق روس مثبت رویہ رکھتا تھا مگر کمپوچیا کی آزادی کے بعد سہانوک نے روس کی حمایت سے گریز کیا اس کا نتیجہ صاف ظاہر تھا کہ سامراج کے خلاف لڑنے والے یہی لوگ ان کی نظر میں عوام کے "حقوق" سلب کرنے والے ہیں۔ روسی گماشتے اب "باغیوں" کی صورت میں آئے اور کمپوچیا پر قابض ہو گئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ چین اور امریکہ آئندہ کمپوچیا کے بارے میں کیا پالیسی اختیار کریں گے۔

مکتوبات رئیس الاحرار
(سیاسی)

جنوری ۱۹۳۱ء تک ہند پاکستان کے اہم سیاسی مسائل و افکار اور واقعات و شخصیات کے تذکرے اور رنج کے حالات پر مشتمل مولانا محمد علی جوہر کے نادر خطوط کا پہلا مجموعہ۔
مشہور محقق ابو سلمان شاہجہان پوری کے قلم سے مکتوبات کے خصائص پر مشتمل مفصل مقدمہ، خطوط کے اہم مقامات و مباحث پر معلومات افزا حواشی اور سوا سو سے زیادہ رجال خطوط کا جامع تذکرہ۔ بہترین کتابت و طباعت، عمدہ آفسٹ پیپر،
۳۲۰ صفحات، مجلد
قیمت تیس روپے

موڈرن پبلشرز
۸۶ کیول امپریس مارکیٹ صدر کراچی

کپڑوں کو دودھ کی مانند سفید کرنے والا
صابن انارکلی مارکہ
ہمیشہ استعمال کریں۔
فون ۳۵۹۳
تیار کردہ: **پاکستان سوپ فیکٹری** رجسٹرڈ
امین پور بازار، چمڑہ منڈی
جھنگ صدر

ترجمان اسلام میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

اپنے فارغ وقت میں
ترجمان اسلام کا مطالعہ کیجئے

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

؎ اے مجموعۂ خوباں بچہ نامت گفتی!

الحاج حضرت مولانا حکیم محمد عبدالسلام صاحب ہزاروی!

حضرت مولانا حکیم محمد عبدالسلام صاحب ہزارویؒ نور اللہ مرقدہٗ میں اللہ جل شانہٗ نے ہر وہ صفت ودیعت فرمادی تھی جو ایک مردِ مجاہد، مومن کامل اور شیخ اکمل کے شایانِ شان ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں مجاہد بھی تھے عابد بھی تھے، بے حد حلیم اور بردبار بھی تھے۔ جفاکش اور مجاہدانہ عزم کے آئینہ دار بھی تھے۔ وہ مطب بھی کرتے تھے اور جس کشتی پر سامراج سوار تھا اس میں سوراخ بھی کرتے تھے غرضیکہ اپنے دور کے وہ ایک جامع کامل اور مکمل انسان تھے۔ مجھے سفر و حضر میں ان کی معیّت کا چند بار شرف حاصل ہوا، وہ اپنے آرام پر دوسروں کے آرام کو مقدم رکھنے کے عادی تھے۔

بردباری کا یہ عالم تھا کہ ہم مخالف کی بات پر شوخی بگھارتے رہتے مگر اس بردباری کی عظیم چٹان میں جنبش تک نہ ہوتی۔ بلکہ آبرو پر ایک بل تک نہ آتا اور ہمیشہ ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیلتی رہتی۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ آپؒ مخالف کی غلطیات کا ایکشن ہی نہیں لیتے تھے بلکہ سنجیدگی اور متانت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمیشہ ہی مدّلل اور مؤثر جواب دے کر مخالف کے قول کو بے اثر کر دیتے۔ محترم حکیم صاحب ممدوح میں قیادت کے جملہ اوصاف موجود تھے، ان کی باتوں میں ایسی شیرینی اور حلاوت تھی، جس کی مٹھاس حلیف اور حریف دونوں کے لیے نعمت عظمیٰ تھی اگرچہ ان کو اس عالم رنگ و بو سے رخصت ہوئے دو برس ہو چکے ہیں۔ مگر

؎ زمانہ ہو گیا ان کو گزرے ہوئے گلستان سے
ابھی تک دیدۂ نرگس کی حیرانی نہیں جاتی

حکیم صاحب بحیثیت درویش

حکیم صاحبؒ حقیقی درویش تھے ان کا ایمان توکل علی اللہ پر اس طرح مضبوط اور قوی تھا جس کسی شاعر نے ان کی ترجمانی کر دی ہے۔

؎ قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درس گاہ

جس نے تقریباً ستّر برس کی پوری عمر میں چند لمحات بھی عیش و طرب کا خواب تک نہ دیکھا، آپ حلقہ احباب میں کبھی بارِ خاطر نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ہی یارِ خاطر ثابت ہوئے ۱۹۶۵ء میں جب اطباء کی رجسٹریشن ہو رہی تھی تو ضلع رحیم یار خان کے اطباء کا انٹرویو لینے کے سلسلہ میں آپ بھی رحیم یار خان تشریف لائے وہاں بھی عجیب عالم تھا۔ میں نے دیکھا کہ حکماء حضرات یا دوا فروش صاحبان طبی کتب کی مبادیات یعنی طب کا موضوع وغیرہ ایک دوسرے سے سمجھ رہے تھے اور ۴-۵ افراد کے مجمع کی کئی چھوٹی چھوٹی قطاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ احقر راقم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور یکبارگی انٹرویو دینے کے سلسلہ میں اندر داخل ہوئے تو حسن اتفاق سے حضرت حکیم صاحب مرحوم سامنے والی کرسی پر اسی شانِ درویشی سے بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ راقم نے مسکراتے ہوئے السلام علیکم کہا۔ اور ہم دونوں نے اپنی فائل سندات وغیرہ پیش خدمت کیں تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے ہماری درس نظامی سے فراغت کی سندات کو بوسہ دیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "حافظ ارشاد احمد دیوبندی؟ "جی ہاں" احقر نے مؤدب ہو کر عرض کیا، پیشانی پر بوسہ دیا اور محبت سے گلے لگاتے ہوئے مسکرا کر فرمایا ڈاڑھی بھی اتنا جلد سفید ہو گئی ہے؟ عرض کیا "جی ہاں" پھر ماضی بعید کے کئی واقعات سناتے رہے اور احقر آنسو بہاتا رہا دل چاہتا تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ اس مبارک محفل کو طول دیں، مگر آپ نے اپنی سابقہ روایات کے عین مطابق اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے تحت میرے ایسے خادم اور رضا کار آدمی سے بھی معذرت کے انداز میں فرمایا میں ابھی اس کام میں مشغول ہوں آپ کل واپس آجائیں دین پور شریف اکٹھے چلیں گے۔ احقر نے اس وعدہ کو غنیمت سمجھا اور دوسرے دن حاضر خدمت ہوا ہم دین پور پہنچے جو سلسلہ قادریہ کی عظیم ترین خانقاہ ہے جہاں جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا غلام محمد صاحب خلیفہ قدس سرہٗ العزیز آرام فرما ہیں جو کہ سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مرشد ہیں۔ حضرت حکیم صاحب دیر تک وہاں بیٹھے کچھ پڑھتے رہے اور روتے بھی رہے اور میں حضرت حکیم صاحب کے چہرے کو پڑھتا رہا جہاں مجھے کئی واقعات مضمر اور پوشیدہ "واضح اور عیاں نظر آرہے تھے۔

آہ! یہ لوگ اب کہاں ہیں؟ جن کے دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی ہیں۔ دل بیتاب ہے اور طبیعت مضطرب ہے اور وہ بڑے آرام و سکون سے قیام پذیر ہیں اگرچہ بظاہر وہ ہم سے روپوش ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے افکار طالب ہماری رہنمائی کیلئے تاقیامت ہمارے سامنے موجود ہیں اور اس مشعل راہ کی موجودگی میں ہمارے لیے کام کرنا آسان ہے۔

حضرت حکیم صاحب کی یہ خوش قسمتی بھی قابل رشک ہے کہ آپ کے فرزند ارجمند حکیم عبدالرشید صاحب انور اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جو عصا برداری کو درویشی کا معیار قرار دیتے ہیں،

وہ غور کریں کہ اصل درویشی اسی استغناء کا نام نہیں؟ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

درویشم و گدا برابر نمی کنم
پشمین کلاہ بصد تاج خسروی

اور حضرت حکیم صاحب مرحوم اسی خودداری اور استغناء کی عمدہ مثال تھے پھر یہ کہ نہ اس کا اظہار ہوتا تھا نہ ادعا۔

میں نے مناسب سمجھا کہ حکیم صاحب کے متعلق کچھ لکھوں جو ان کے محاسن اور اوصاف میرے ذہن میں ہیں ویسے تو ان کی سوانح اور سیرت صرف ایک شعر میں بھی بیان ہو سکتی ہے ؎

انداز جنوں کونسا ہم میں نہیں مجنون
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

اس کی تفصیل بیان کرنے سے ہم قاصر ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ اس شعر کی تفصیل لکھنے کی سعادت کسی ساتھی کے حصہ میں ضرور آئے گی اور میں خود جناب انور صاحب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خود قلم اٹھائیں اور اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح حیات مرتب فرمائیں تاکہ متبعین کے لیے شمع راہ بنے۔

حکیم صاحب بحیثیت راہنما

حکیم صاحب کی ذات گوناگوں محاسن کا ایک زندہ اور متحرک مجموعہ تھی۔ محض ڈگریاں کوئی چیز نہیں۔ وہ جامعہ طبیہ دہلی کے فارغ التحصیل بھی اور طبی استفادہ حکیم اجمل خان مرحوم اور حکیم مفتی سلیم اللہ صاحب سے کیا تھا۔ لیکن ان کی اصل متاع ان کا مطالعہ، عمیق تجربہ اور عظیم مشاہدہ تھا۔ قدرت نے ان کے ذہن کو رسا اور ان کی نگاہ کو بلند کیا تھا۔ سیاسیات میں مہینوں پہلے واقعات کی پیش گوئی کرتے اور وہی صورتحال سامنے آجاتی۔ حکیم صاحب مرحوم ایک محبوب راہنما تھے۔ تحریک آزادئ ملک کے سلسلہ میں دس سال قید فرنگ بڑی مردانگی اور حوصلہ سے برداشت کی۔ مجلس احرار السلام کی مرکزی مجلس عاملہ کے معزز رکن اور صوبائی صدر تھے۔ آپ نے کئی بار انتخاب بھی لڑا مگر ہزارہ کی زمین جو مٹی نہیں سنگ خارا کی حیثیت رکھتی ہے کے باعث کامیاب نہ ہو سکے۔

تقریباً ہم عصر علماء اور مشائخ عظام سے حکیم صاحب کا خصوصی تعلق تھا اور آپ کا یہ کارنامہ نور وز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ نے موت سے آنکھیں ملا کر فارورڈ بلاک کانگرس کے سربراہ سبھاش چندر بوس کو ملک سے فرار ہونے میں مدد دی جہاں سے وہ کابل کے راستہ سے جاپان پہنچ گئے۔ جس کے باعث حکیم صاحب کو ساڑھے تین سال قید کی سزا ہوئی اور رہائی کے بعد بھی تقریباً تین سال آپ کو گھر میں نظر بند رکھا گیا۔

حکیم صاحب مجلس احرار اسلام میں نامور اور متحرک شخصیت کے مالک تو تھے ہی اس کے علاوہ وہ ایک بہترین صحافی اور قلم کار بھی تھے۔ آپ ۱۹۲۶ء میں ایک ہفت روزہ اخبار "مجاہد" کے نام سے نکالا کرتے تھے جس کے سرنامہ پر یہ شعر نمایاں ہوتا تھا ؎

ہاں نکل! قربان گاہ اسلام پر قربان ہو
دل میں ہو شوق شہادت ہاتھ میں قرآن ہو

یہ شعر آپ کی زندگی کا حقیقی ترجمان تھا اس سچے مجاہد کے اخبار "مجاہد" نے لوگوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد اور تعلق باللہ کو خوب اجاگر کیا اور ان کو آزادی کے لیے شوق دلا کر سامراج کے خلاف تیار کیا۔ وائے افسوس کہ آج لاہور، راولپنڈی اور ملتان سے بیک وقت شائع ہونے والا اخبار ان حضرات کے کارناموں سے آنکھیں بند کر کے ان کو محب وطن کی فہرست میں شمار کرنے سے آئیں بائیں شائیں کر کے الٹا چور مدعی کو ڈانٹنے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ مگر

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر عاملہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی روایت کے مطابق صوبہ سرحد کا تصور کسی لحاظ سے حکیم عبدالسلام ہزاروی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

"قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی کے دل و جان سے قدردان اور معترف تھے۔ ان کی جماعت کے عملی معاون تھے اہم مشاورتوں میں حصہ لیتے اور ہر طرح سے تعاون کرتے تھے۔ نیز یہ کہ حکیم صاحب مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا آزاد، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد علی لاہوری اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے معتمد ساتھیوں میں تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۳۵ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے اپنے مخصوص انداز سے مضبوط و موثر کردار ادا کیا ان کا دل ملک بھر کے فدایان ختم نبوت کی دلی دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔

حکیم صاحب کی دینی خدمات

حکیم صاحب کی سیرت کا یہ باب پوری زندگی پر جامع باب ہے آپ حق کے اور باطل کے لیے جلاد تھے۔ حق کی خاطر آپ کو متعدد بار وقت کے نمرود کی آگ میں کودنا پڑا اس بنا پر زندگی کا ساتواں حصہ جیل کی نذر ہو گیا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں سے بیعت تھے۔ اور اپنے مشائخ کے بیسیوں واقعات اور قصص بیان فرماتے تو سننے والے کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں آپ نے ہری پور میں ایک جامع مسجد کی بنیاد بھی رکھی جو الحمدللہ تاحال قائم ہے یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے بفرمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجداً بنی لہ بیتاً فی الجنۃ کے مطابق رب غفور نے جنت میں اس کا اجر آپ کے لیے مقرر فرما دیا ہے۔ نیز آپ نے ایک عظیم لائبریری مجلس علمی قائم کر کے تشنگان علوم پر احسان عظیم فرمایا علاوہ ازیں انجمن اسلامیہ ہری پور کے صدر رہے۔ صدر ہونے کے لحاظ سے آپ نے انجمن اسلامیہ سے کوئی معاوضہ نہیں لیا، بلکہ ہمیشہ سیر چشمی سے انجمن مذکورہ کی بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی دینی بصیرت اور خدمات کا اندازہ کر کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد عبدالسلام کسی فرد کا نام نہیں بلکہ وہ ایک ادارہ اور انجمن کا نام ہے۔ ہری پور ہزارہ کے عوام کے لیے بھی آپ نے جو بے لوث خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہر لحاظ سے قابل قدر ہیں۔ اس دور میں ایسے جامع انسانوں کا ملنا صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ بقول علامہ اقبال

؎ خدا تو ملتا ہے مگر انسان نہیں ملتا
یہ جنس وہ ہے جو دیکھی کہیں کہیں میں نے

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ دو ٹانگوں پر چلتی ہوئی مخلوق سب انسانوں کی ہے۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں۔

ے این کہ می بینی غلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

واقعی آجکل بعض انسانوں پر صرف غلاف چڑھا ہوا ہے ورنہ وہی بقول قرآن کریم اولئک کالانعام بل ھم اضل وہ لوگ جن کا مشن دوسرے بھائیوں کا گوشت نوچنا، خون چوسنا، عصمتیں برباد کرنا اوروں کو مٹا کر اپنی عظمت کے مینار کھڑے کرنا ہے کیا ہم ان کو بھی انسان کہہ دیں گے؟

مگر حکیم صاحب کا چہرہ مبارک دیکھ کر حضرت انسان کے علو مرتبہ شان و شوکت کا ہر ایک کو اعتراف کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں بھی جاتے ملنے والوں کا جم غفیر اور بڑا ہجوم جمع ہو جاتا۔ دعوتیں دی جاتیں اور آپ کی دینی اور اسلامی باتوں کو سراہا جاتا۔ جہاں ہوتے میر مجلس اور میر کارواں ہوتے۔

ے رہے تو صدر نشینوں میں تھے جہاں بھی رہے

حضرت حکیم صاحب اور علامہ محمد اقبالؒ

اس ملک میں علامہ اقبالؒ کے نام پر علامہ صاحب مرحوم کے خلاف کئی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ماہر اقبالیات آغا شورش کاشمیری مرحوم جب تک زندہ رہے تو ایسے اقبالی مجرموں کے منہ میں لگام دیتے رہے اور ان نزدیکان بے بصر کی تمام سازشوں کو طشت از بام گیا انکو شیشے کے مکان میں اتار کر ننگا کیا جو صرف اقبال اقبال کہہ کر اسلام کے خلاف اپنے مذموم عزائم کی تکمیل چاہتے ہیں، ورنہ خدا گواہ اقبال تو اسلام کے فرزند تھے۔ اور اس کے تعلقات ہمیشہ ہی بے داغ اور پاکیزہ دار رہنماؤں کے ساتھ تھے۔ چونکہ ہمارے ممدوح حضرت حکیم صاحب اس زمانے میں بھی میدان عمل میں تھے اور مجلس احرار اسلام نے جو تحریک برطانوی سامراج کے خلاف شروع کر رکھی تھی حضرت حکیم صاحب اس میں تاریخی کردار ادا کر رہے تھے۔ بدقسمتی سے ۱۹۳۵ء میں برطانوی حکومت نے قبائلیوں پر طیاروں کے ذریعہ بمباری کی جس کی وجہ سے صرف مجلس احرار اسلام ہند ہی نہیں ہر مسلم کا دل اس دردناک منظر کی وجہ سے پریشان تھا جس کی وجہ سے کافی قبائلی مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ حکیم صاحب مرحوم نے حضرت مولانا ظفر علی خان اور زعماء مجلس احرار اسلام ہند کو ملکر صورت حال سے آگاہ کیا۔ مشورہ کے بعد حضرت حکیم صاحب علامہ محمد اقبال کو ملے، طے پایا کہ برطانوی حکام کی اس انسان دشمنی پر افغانستان سے احتجاج کی ایک قرارداد منظور کرائی۔ ان دنوں افغانستان کا ہندوستان میں سفیر سردار صلاح الدین سلجوقی تھا۔ جس کو علامہ مرحوم سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ حضرت حکیم صاحب کی درخواست پر علامہ مرحوم نے سفیر مذکور کے نام ایک تعارفی خط دیا اور حکیم صاحب، وہ خط لے کر دہلی پہنچے۔ حکیم صاحب نے بڑی مشکل اور دانائی سے سفیر صاحب سے ملاقات کر کے حقیقت حال سے روشناس کرایا۔ سفیر صاحب نے وعدہ فرمایا کہ وہ افغانستان کو ضرور آگاہ کریں گے۔

پھر الوداعی وقت میں سفیر صاحب نے حضرت حکیم صاحب کی جیب میں ایک لفافہ ڈالا جب واپسی پر حکیم صاحب نے اسے چاک کیا تو بڑی خطیر رقم نکلی جسے قبلہ حکیم صاحب نے اس پر خرچ کیا اور سفیر صاحب نے اپنا وعدہ بھی پورا کیا۔ افغانستان نے زبردست احتجاج کیا تو پھر برطانیہ نے بمباری روک دی۔ اس واقعہ کو جناب محترم حکیم آفتاب احمد قرشی نے بھی بڑی تفصیل سے لکھا ہے بس اب تو مسلمان درگور ند مسلمانی درکتاب، والا معاملہ ہو کر رہ گیا ہے ے

کن منور مرقد او با خدائے ذوالجلال

پیدائش اور وفات

حضرت حکیم صاحب ۱۹۰۷ء میں بمقام میرپور نزد ہری پور ہزارہ پیدا ہوئے آپ ایک علمی و دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ پوری زندگی میں آپ کے ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف نہیں ہوئی اور من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کے عین مطابق زندگی بسر کی خود بھی اپنی مجالس میں شیخ سعدی کے دو مشہور شعر سنا کر بڑا بلیغ تبصرہ فرمایا کرتے تھے وہ شعر یہ ہیں۔

ے یاد داری کہ وقت زادن تو
آنچناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ خنداں بدند تو گریاں
ہمہ گریاں بدند تو خنداں

شیخ بڑی کام کی بات کہی ہے زندگی گزارنے کے لیے یہی اصل الاصول ہے جسے انہوں نے چند حرفوں میں بیان کر دیا ہے۔ حکیم صاحبؒ نے اس اصل الاصول کو پوری طرح اپنی زندگی کا جزو لاینفک سمجھا اس لیے حضرت حکیم صاحب مرحوم کی وفات پر مشرق و مغرب زمین و آسمان اور اہل زمین و آسمان ان کی یادگار اور تاریخی بے مثل زندگی کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ اور جنازہ کے دن اس کا منظر وہی تھا جس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے کہ بیننا و بین اہل البدع یوم الجنائز۔ ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان فیصلہ جنازوں کے دن ہو جاتا ہے امام صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ معتزلہ کی منافقانہ چالوں کے باعث جو کچھ ہوا تاریخ کا ہر طالب اسے خوب جانتا ہے مگر جس روز ان کا جنازہ اٹھا تو چشم فلک نے دیکھا کہ وہ ایک مثالی جنازہ تھا۔ بغداد کی پوری تاریخ میں شاید نہ اس سے پہلے اور نہ بعد میں اتنا ہجوم جمع ہو سکا۔ روایت ہے کہ آٹھ لاکھ افراد نے جنازہ میں شرکت کی جن میں سے ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔ حضرت حکیم محمد عبدالسلام صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کا منظر بھی فلک کے لیے منفرد مقام کا حامل تھا۔

ے ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

آپ ۲۲ جنوری ۱۹۷۷ء خنداں خنداں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون موت سے تو کسی کو رستگاری نہیں مگر افسوس یہ ہے کہ جو جا رہا ہے اس کی خانہ پری مشکل ہے آج نہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسا کوئی خطیب نظر آتا ہے اور نہ مولانا انور شاہ کاشمیری جیسا کوئی محدث اور نہ مولانا حماد اللہ صاحب جیسا کوئی عالم و عارف اور نہ حضرت حاجیؒ اور مولانا رومؒ جیسا کوئی دینی شاعر، الغرض ہر طرف قحط ہی قحط ہے، اس انسانی قحط کے دور میں، میں حضرت مولانا حکیم عبدالرشید صاحب انور مدظلہ سے مکرر مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مستند سوانح حیات مرتب فرمائیں تاکہ متبعین کے لیے مشعل راہ ہو!

محمود الحسن صادق آبادی

سیّد السّالکین حضرت مولانا عبد الہادی رح

سجادہ نشین دین پور شریف

ضلع رحیم یار خان میں خان پور شہر سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب دین پور کی بستی آباد ہے جسے قدرت العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد رح نے اپنے مرشد زبدت الکاملین حضرت مولانا حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈھوی ضلع سکھر کے ایماء پر آباد کیا تھا۔ یہ بستی آج تک روحانی اور دینی اقدار کی حامل ہے یہاں پر تشنہ گان عرفان کو روح پرور مئے ناب ملا کرتی ہے اور جو جائے حق اپنی مرادیں پاتے ہیں گویا ایک مرد خدا آگاہ کی تعلیم کا فیضان الٰہی تک جاری ہے۔ حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر مولانا عبید اللہ سندھی علیہ الرحمۃ یہاں تشریف لائے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔

انہوں نے اس رشتہ کو اس قدر استوار کیا کہ موت بھی ان کے اس واسطہ کو نہ توڑ سکی اور وہ اپنی خواہش کے مطابق آج تک حضرت کی پائنتی میں ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں۔ مولانا موصوف کے اس تعلق نے یہ کام کیا کہ ۱۹۱۱ء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ محمد احمد صاحب رح مہتمم دار العلوم دیوبند دین پور تشریف لائے اس طرح سے حضرت دین پوری کا علمائے دیوبند سے تعلق اور رابطہ قائم ہوا یہ ربط اس قدر بڑھا اور مضبوط ہوا کہ جب آزادیٔ وطن کی تحریک شروع ہوئی تو دین پور بھی اس تحریک کا ایک مرکز تھا۔

حضرت خلیفہ غلام محمد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سراج العارفین حضرت مولانا عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے آپ نے مسند خلافت کو اپنے شیوخ کے اصولوں پر مزین کیا اور اسلاف کے پاکیزہ نقش قدم پر چل کر سلسلہ کو ایسا فروغ بخشا کہ رہتی دنیا تک اس کی شعاعیں مشعل ہدایت کا کام دیتی رہیں گی تقویٰ و طہارت کا یہ مقدس پیکر ہمیشہ پاسبان شریعت رہا اور احیائے سنت میں اپنی زندگی کو وقف کر ڈالا۔

اولیاء اللہ کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ دین اسلام کی عظمتوں کے قلعے تعمیر کرتے چلے آئے ہیں اور شمع رسالت پر اپنی جان کو نچھاور کرنا ان کا شعار رہا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت مولانا عبد الہادی صاحب رح صف اوّل میں نظر آتے ہیں ان کے روحانی بحر ذخائر میں تموّج کے ساتھ ساتھ اعتدال کی لہریں ہمیشہ ساحل تصوّف سے ہمکنار رہیں۔ وہ سلسلہ قادریہ راشدیہ کی بنیادوں کو ایسا مستحکم بنا گئے ہیں کہ ان کے بعد والی نسلیں اسے پامال نہیں کرسکتیں اپنے والد رح کے نظریہ کے مطابق انہیں بھی علمائے دیوبند سے والہانہ عقیدت تھی جب کبھی قافلۂ دیوبند کا ذکر چھڑ جاتا تو آپ سراپا احترام بن جاتے اور ان کی مذہبی اور سیاسی تحریکات کو بنیادی حیثیت کا درجہ دیتے تھے۔

پاکستان کے استحکام کے وہ دل سے متمنّی تھے اور اس کی بقاء کے لیے نظام شریعت کا اجراء لازمی قرار دیتے تھے۔ پاکستان میں جب بھٹو ازم کے خلاف تحریک اٹھی اور لوگ نظام مصطفیٰ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا چکے تو حضرت ان لوگوں کی کامیابی کے لیے اکثر دست بدعا رہے اور فرماتے

اللہ تعالیٰ ظالم اور ظلم کو پسند نہیں فرماتے...

اخلاق حسنہ میں وہ سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار تھے مہمان اور دین کے طلباء کا خاص خیال رکھتے تھے اپنے اور بیگانے سے برابر کا سلوک فرماتے متعلقین اور وابستگان کو ذکر اللہ کی ترغیب دلاتے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق جوڑنے کے طریقے بتلاتے اور فرماتے کہ حضور صلعم کی رضا ہی مومن کا مقصود زندگی ہے یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ آپ کے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی بیعت ہونے کی استدعا کرتا تو فرماتے میری سفید ڈاڑھی پر مت جاؤ میرے اندر کی دنیا سیاہ ہے میں تو خود اس فکر میں مبتلا ہوں کہ میرے ساتھ اللہ میاں کیا معاملہ کریں گے روحانیت کا یہ پیکر جمیل ہمیشہ خشیت الٰہی کا مرقع بنا رہا۔

اکثر فرماتے کہ ہم حلال خود نہیں ہیں اسی لیے ہماری دعائیں غیر مقبول ہیں۔ پاکیزہ اور حلال خوراک کے معاملہ میں آپ بڑے محتاط تھے۔ حتیٰ کہ بے وضو ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا بھی پسند نہ فرماتے تھے گویا آپ کا وجود تقویٰ کا ایک ایسا نقشِ جمیل تھا جو آج کی دنیا میں ملنا محال ہے طویل عرصہ سے آپ بستر علالت پر تھے۔ بظاہر وجود کا انگ انگ علیل تھا۔ لیکن ان کے دل کی حرکتیں یاد الٰہی سے اس لیے وہ علالت کی شدتوں کے باوجود بھی اپنے اذکار اور معمولات سے غافل نہ ہوسکے۔

رمضان المبارک کے سولہ روزے ان کے نحیف و نزار وجود نے نہایت خندہ پیشانی سے مکمل کئے اور روزانہ پندرہ پارے قرآن حکیم کے ختم کرتے۔ جب علالت نے زور پکڑا تو ڈاکٹروں کے مسلسل اصرار پر روزہ ترک فرمایا آپ نے اس ترک پر ترک دنیا کا ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ ۱۹ اور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کی درمیانی شب کو حریم کبریا میں داخل حق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہزاروں اشکبار آنکھوں نے عقیدت کے موتی نچھاور کئے اور زہد و تقویٰ کے اس مقدس وجود کو ہمیشہ کیلئے سپرد خاک کر دیا گیا نوّر اللہ مرقدہٗ۔

ع منصور

دو ایشیائی ملکوں کے درمیان تعاون

گذشتہ دنوں چین کا دورہ کرنے والے جاپانی صحافیوں کی ایک ٹیم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے نائب وزیر اعظم اور چینی افواج کے سربراہ تنگ سیاؤ پنگ نے بتایا کہ "چین جاپان کے ساتھ فوجی میدان میں تعاون کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہے تاہم وزارت دفاع کے دیگر حکام اور اعلا افسروں نے جاپانی اخبار نویسوں کو بتایا کہ "چین کی مسلح افواج جاپانی فوجی تکنیکیات خریدنے میں زبردست دلچسپی رکھتی ہیں اور وہ اس وقت تک چین سے بیٹھنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہیں جب تک وہ تمام اقسام کے ہتھیار حاصل نہ کریں، جو دوسرے ملکوں کے پاس ہیں۔

آثار بتاتے ہیں کہ چین اور جاپان کے درمیان امن اور دوستی کا معاہدہ ہونے کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان فوجی تعاون میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ اس فروغ پذیر چین۔جاپان فوجی تعاون کا اظہار چینی مسلح افواج کے نائب سربراہ چانگ زائی ژانگ کے حالیہ دورۂ ٹوکیو سے بھی ہوتا ہے مغربی اخبارات کے مطابق اپنے اس دورے میں جنرل چانگ زائی نے جاپان کے فوجی حکام اور محکمہ دفاع کے افسروں سے تفصیلی خفیہ مذاکرات کئے اور ساتھ جاپان کے فوجی اڈوں جنگی تنصیبات اور اسلحہ ساز کارخانوں کے دورے کئے۔ جس سے جاپانی اور مغربی اخبارات نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان فوجی [illegible] سے پہلے سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اخبارات کی اس رائے کو ان خبروں سے مزید تقویت ملی ہے کہ چینی افواج کے نائب سربراہ کی دعوت پر عنقریب جاپانی فوجی ماہرین کا ایک وفد جس میں ریٹائرڈ فوجی جنرل، دوسری عالمی جنگ میں چین اور دیگر ایشیائی ملکوں میں جاپان کی جنگ کے ممتاز فوجی افسر اور ریٹائرڈ جنرل چین کا دورہ کریں گے۔ ظاہر ہے یہ جاپانی جنرل محض ان جگہوں کی سیر کرنے چین نہیں آئیں گے۔ جہاں انہوں نے جنگ لڑی تھی۔ چنانچہ فوجی سطح پر چین اور جاپان کے ان مذاکرات اور دوروں کے تبادلوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرانسیسی اخبار لی فگارو نے لکھا ہے کہ ان دونوں عظیم ایشیائی طاقتوں نے مشترکہ منصوبوں کے نام پر تاریخ اور نظریات کو بھلا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

بظاہر یوں لگتا ہے کہ چینی مسلح افواج کے نائب سربراہ تنگ سیاؤ پنگ کے اس واضح اعلان کے باوجود کہ چین جاپان کے ساتھ فوجی تعاون کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ جاپان کے ساتھ فوجی رابطہ قائم کر لیا ہے۔ اور چینی قیادت میں وہ تنہا جاپان کے ساتھ فوجی تعاون کے حدف ہیں۔ کیونکہ نائب وزیر اعظم لی سین نین اور گینگ شیہہ اینگ نے جنرل چانگ کو جاپان کے ساتھ فوجی تعاون بڑھانے کی اجازت دی تھی اور ساتھ ہی دونوں ملکوں کے درمیان معاشی اور تجارتی تعاون کی راہ ہموار کی تھی۔ لیکن واقعات اس بات کی چغلی کھاتے ہیں کہ تنگ سیاؤ پنگ اور دیگر چینی قائدین کے درمیان جاپانی عسکریت کے ساتھ تعاون کے سوال پر کوئی اختلاف رائے موجود نہیں ہے کیونکہ تنگ سیاؤ پنگ چین کے حقیقی حکمران ہی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے ہی چین اور جاپان کے درمیان فوجی، معاشی اور تجارتی شعبوں میں تعاون کی راہ ہموار کرنے تنگ سیاؤ پنگ نے جو مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جاپانی تاجروں، صنعت کاروں اور اسلحہ سازوں سے ملاقات کر کے دونوں ملکوں کے درمیان تعاون کے فوجی شعبوں کا تعین خود تنگ سیاؤ پنگ نے کیا تھا۔ اور انہی کی ہدایات اور دیئے ہوئے اختیارات کے تحت جنرل چیانگ نے جاپانی فوجی حکام کے ساتھ فوجی تعاون کے امور پر مذاکرات کئے ہیں۔ اور سب سے اہم یہ کہ چین اور جاپان کے درمیان دوستی اور امن کا معاہدہ جو ایک طرح کے فوجی و سیاسی بلاکوں کے ضمن میں آتا ہے تنگ سیاؤ پنگ ہی کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور انہی کی کاوشوں سے یہ معاہدہ چینی شرائط کے عین مطابق تکمیل پایا ہے۔ اس لئے یہ سوچنا کہ جاپان کے ساتھ فوجی تعاون کے سوال پر چینی قیادت میں کوئی اختلاف ہے یا تنگ سیاؤ پنگ چین جاپان فوجی اشتراکِ عمل کا مخالف ہے درست نہیں ہے۔

چٹ پر سرخ نشان
چندہ ختم ہونے کی علامت ہے

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ
ضرور دیں۔
محمد سلیم قریشی

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کی مناسبت سے

یادگار عظمتِ اسلاف

دارالعلوم دیوبند کا نام زبان پہ آتا ہے تو تصور صرف ایک دینی مدرسے کے دائرے ہی میں محدود نہیں رہتا۔ دارالعلوم معقول و منقول کی رسمی و روایتی درسگاہ نہیں بلکہ وہ بہت سے تعلیمی، ثقافتی، علمی، سیاسی اداروں اور تحریکوں کا جامع ہے یہ ہندوستان کی سرزمین میں وہ شجرِ طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں چھپی ہوتی ہیں، اس کی شاخیں فضا میں دُور دُور تک پھیلی ہوتی ہیں، اس کے سائے میں راستہ چلنے والے سکون و طمانیت حاصل کرتے ہیں اور اس کے شیریں پھلوں سے اپنے کام و دہن کو لذت بخشتے ہیں اور اس کے ظاہری مناظر اور اس کی شگفتگی و شادابی دیکھنے والوں کو سرور بخشتی ہے۔ نادان اس کے سائے میں آرام کرتے ہیں۔ اس کے پھلوں سے لذت حاصل کرتے ہیں، پھر اس کی شاخوں کو توڑتے ہیں، پتوں کو برباد کرتے ہیں اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے تنے پہ کلہاڑیاں چلاتے ہیں، اس کی شگفتگی اور تروتازگی کو برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، لیکن اس کی فیض رسانی اللہ کے حکم سے تھی جو کبھی بند نہ ہوئی اور اس کا قیام و وجود مشیتِ ایزدی اور منشائے خداوندی کے مطابق تھا۔ اس لیے اس پہ کبھی حرف نہ آیا، اس کی زندگی کے خمیر میں صبر و قناعت شامل تھی اس لیے اس نے نہ کبھی غیروں کی شکایت سے زبان کو آلودہ کیا نہ انہوں سے ان کی سربلندی میں اپنے حصے کا صلہ مانگا۔ گزشتہ ایک سو سال سے زیادہ مدت سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ میں وہ اپنا سر اونچا کیے ارجمندی اور عظمتِ اسلاف کی علامت کے طور پر کھڑا ہے۔ اس مدت میں افکار و حوادث کے کتنے ہی طوفان اس کے سر و شانے سے ٹکرا کر اور اس کے جیب و گریبان سے کھیل کر گزر گئے۔ نادان سمجھتے تھے کہ عظمتِ اسلاف کی یہ یادگار ان حوادث میں اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے گی لیکن طوفان اور حوادث کے ہر تھپیڑے کے بعد اس کی شخصیت نکھرتی اور وجود سربلند ہوتا رہا۔ ۱۹۴۷ء کے حادثات کے بعد بھی اگر ایشیا میں ہندوستان کی سرزمین میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ملی و ملکی خدمات کا کوئی سب سے گہرا نمایاں اور روشن نقش نظر آتا ہے تو وہ صرف دارالعلوم دیوبند ہے۔ دارالعلوم تاریخ کا ایک جلی عنوان اور روشن باب ہی نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی ایک جامع و مکمل دینی، تعلیمی، تہذیبی سیاسی، ملی، تاریخ کا نام ہے۔ اگر دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کو نظر انداز کر دیا جائے تو برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ ثقافت و سیاست کا تمام قابلِ فخر سرمایہ نظروں سے چھپ جاتا ہے اور دینی خدمات نہ ہونے کے برابر اور ملک کی آزادی ملّت اسلامیہ کی سربلندی اسلامی علوم و فنون اور ثقافت کے تحفظ کی جد و جہد اور عزیمت دعوت کی تاریخ میں سرسید کی گداگری مرزا غلام احمد کی منت گزاریوں اور جاگیرداروں کی ملّت فروشیوں اور غداریوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

دارالعلوم دیوبند ایک سرچشمہ تھا جس کی فیض رسانیوں اور نفع بخشیوں نے ملت کے نخلِ امید کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ اور زندگی کے ہر گوشے میں علم و عمل کے میدان میں ملت اسلامیہ کے دماغوں کو افکار حقہ اور دلوں کو امنگوں اور ولولوں سے معمور کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے زندگی کے ہر گوشے میں راہِ عمل کھولی اور اپنے اخلاق اور سیرت کی روشنی سے راہوں کو منور کر دیا۔ مسلمان چاہیں تو وہ نئے حالات میں یمین و یسار کے تذبذب کے بغیر پورے اعتماد کے ساتھ زندگی کا سفر طے کر سکتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

مقصدِ قیام

دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے متعدد پہلو ہیں اور ہر پہلو روشن اور تابناک اس نے علوم دینیہ کی تعلیم و اشاعت میں جو کارنامہ انجام دیا اس کا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان پاکستان اور اب اس میں بنگلہ دیش کا نام بھی شامل کر لیجیے کا کوئی دُور دراز گوشہ ایسا نہیں ہو سکتا جہاں مسلمان نہ ہوں اور عقائد و اخلاق و سیرتِ اسلامی میں دیوبند کے اکابر اور فیض یافتگان کے دستِ تعلیم و تربیت کا اثر موجود نہ ہوں۔ دنیا کی نظروں میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کا خاص مقصد علوم دینیہ کی اشاعت و تعلیم تھا۔ اور اگر یہی مقصد تھا، تب بھی مسلمانوں کی علمی و عملی زندگی کا کون سا گوشہ ذہنی و فکری تربیت کا کون سا اصول، اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ کا کونسا کام، اخلاق و سیرت کی تعمیر کی کونسی ضرورت، دین و دنیا کی بھلائی کا کون سا میدان اور فلاح فرد و ملت کے نصب العین کا کون سا پہلو تھا جو اس میں نہیں آ گیا۔

اور اگر کسی کو اصرار ہو کہ اس کی خدمات کے ہر پہلو پر وقت کے اصول تالیف و تصنیف کے مطابق الگ الگ بحث کی جائے تو اس صحبت میں بھی گنجائش و فرصت کے مطابق اس کی خصوصیات کے مختلف پہلوؤں کی طرف ضروری اشارات ضرور کیے جا سکتے ہیں۔

مدارس کے قیام کی ہمہ گیر تحریک

دارالعلوم دیوبند ملت کے چند بہی خواہوں نے جن مقاصد کے لیے قائم کیا تھا وہ مقاصد سہارنپور کے ایک گم نام قریے میں صرف ایک مدرسہ قائم کر دینے

سے پورے نہیں ہوسکتے تھے، ضرورت تھی کہ اس جذبے کو عام کیا جائے اور مدارس دینی کا ایک جال پورے ملک میں پھیلا دیا جائے۔ چنانچہ بانیانِ دیوبند نے ایک ایسا دینی تعلیمی جذبہ پیدا کیا کہ اسی زمانے میں ملک کے طول وعرض میں کئی مدرسے قائم ہوئے۔ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں "مدرسہ قاسمیہ مراد آباد" کا قیام عمل میں آیا جو اب عام طور پر "مدرسہ شاہی مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی بنیاد حضرت قاسم العلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔ اس کے چند سال بعد حضرت قاسم العلوم ہی کے ایماء و تحریک پر "جامعہ اسلامیہ عربیہ" کے نام سے امروہہ میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ نگینہ (یوپی) میں ۱۲۹۷ھ سے ایک مکتب قائم تھا، حضرت حجۃ الاسلام کے مشورے سے اسے ترقی دے کر علومِ اسلامی کی ایک قابلِ فخر درس گاہ بنا دیا گیا اور حضرت ہی کے نام پر اس کا نام "مدرسہ قاسمیہ عربیہ" رکھا گیا۔ "مظاہر العلوم سہارن پور" کا قیام ۱۸۹۶ء میں عمل میں آیا۔ اس کے آغاز و بنا میں بھی بانیان دیوبند کے احباب و خلف کا حصہ تھا اور دارالعلوم دیوبند ہی کے مقاصد تعلیم و تربیت کے لیے اس کا وجود عمل میں آیا تھا۔ بانیان دارالعلوم دیوبند کے احباب اور شاہ محمد اسحاق اور حضرت مولانا عبدالحی و شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ کے تلامذہ میں سے مولانا سخاوت علی جون پوری نے جون پور میں گذشتہ صدی کے اواخر میں مدرسہ قرآنیہ قائم کیا۔

مدارس کے قیام کا یہ سلسلہ دارالعلوم دیوبند کے آغاز ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ اور ملک کے طول وعرض میں متعدد مدارس قائم ہوچکے تھے۔ لیکن یہ چمن بندی کا آغاز تھا۔ فصلِ گل کا موسم ابھی دور تھا، اس موسم کا آغاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ علیہ الرحمۃ کے عہد سعادت سے ہوتا ہے۔ آپ کے زمانے میں اور آپ کے تلامذہ کی کوششوں سے برصغیر پاک و ہند کا چپہ چپہ علوم دینی کی ضیاء پاشیوں سے جگمگا اٹھا اور ملی تحریکات اور ملک کی آزادی کی جدوجہد میں ایک نئی روح دوڑ گئی۔ آپ کی مساعی مشکورہ سے ملت کے مضمحل و منتشر قویٰ میں ایک نئی قوت اور اعضاء و جوارح میں ایک نظم پیدا ہوگیا اور دارالعلوم کا فیضان عام ہوگیا۔

۱۸۹۵ء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاہد ملت حافظ محمد صالح مولانا فضل احمد منشی رحمت اللہ اور دیگر حضرات نے "مدرسہ رشیدیہ" کے نام سے رائے پور ضلع جالندھر میں ایک مدرسہ قائم کیا ۱۹۰۷ء میں "مدرسہ نعمانیہ" کے نام سے امرتسر میں اسی سلسلے کے وابستگان نے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔

دہلی کی مشہور دینی درس گاہ "مدرسہ امینیہ" حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید مولانا امین الدین نے قائم کی۔ اور دوسرے نامور شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلوی کے اخلاص و ایثار نے اسے ایشیا کی چند مشہور دینی جامعات کی صف میں شامل کردیا۔ سندھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے نامور شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی نے بمقام گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدر آباد) "دارالرشاد" کے نام سے ۱۹۰۱ء میں ایک مدرسہ قائم کیا پھر ۱۹۱۲ء میں اسی نام سے نوابشاہ (سندھ) میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس سے پہلے ۱۸۸۴ء میں مولوی عبداللہ مرحوم نے ایک مدرسہ کراچی کے محلہ کھڈہ میں قائم کیا تھا مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا محمد صادق حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے ایک تھے، جنھوں نے سندھ میں علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت تبلیغ اسلام رد بدعات و محدثات اور تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد صادق کی مساعی حسنہ کا مرکز ان کے والد کا قائم کردہ مدرسہ تھا جو تاریخ میں "مدرسہ مظہر العلوم" کے نام سے مشہور ہے۔ لاہور میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد علی لاہوری نے جو علومِ قرآنی میں اپنے تبحر کی بناء پر شیخ التفسیر کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں "مدرسہ قاسم العلوم" کے نام سے علوم دینی کی ایک درس گاہ کا آغاز کیا۔ ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) میں ڈھابیل (سورت) میں "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی کوششوں سے ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا جس نے بہت تھوڑی مدت میں دینی و تعلیمی حلقوں میں اعتماد پیدا کرلیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ کی صف میں ہر دو حضرات کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) میں سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں چند مخلصین ملت نے جو اس سے پہلے "انجمن اصلاح" قائم کرچکے تھے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس کا سنگِ بنیاد حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندیؒ کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا ۱۹۲۴ء میں گجرات کے ضلع کھیڑا میں آنند کے مقام پر حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ علیہ الرحمہ کے ہاتھوں "جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام" کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد پڑی جس نے گجرات کے علاقے میں علوم دینی کی اشاعت اور تبلیغ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۱۱ء میں حضرت شیخ الہندؒ کے مشورے سے مولانا عبید اللہ سندھی نے دہلی میں "مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جس میں دو تین استاد درسِ قرآن و حدیث کی خدمت میں مصروف تھے اور ایک خاص جماعت جو دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کالج کے فارغین پر مشتمل تھی، مولانا سندھی مرحوم کے زیر تعلیم و تربیت تھی لیکن انگریزی حکومت اس چھوٹے سے ادارے سے جس طرح لرزہ براندام تھی۔ اس کا کچھ اندازہ تحریک شیخ الہندؒ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) میں مدرسہ دینیہ اسلامیہ غازی پور ملت کے چند بہی خواہوں اور علوم اسلامی کی ترویج کے شائقین کے ہاتھوں قائم ہوا لیکن اس کا نظامِ تعلیم و تدریس دارالعلوم سے مستعار اور زمام تعلیم و تدریس شروع سے اب تک فاضلین دیوبند کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ غازی پور کا مشہور اور تاریخی مدرسہ "چشمۂ رحمت" ۱۸۶۹ء میں قائم ہوا۔ اگرچہ اس کے بانیوں کا پہلا تعلق علمائے فرنگی محل سے تھا، لیکن آغاز کے بعد مدرسہ ہر دور میں فرزندانِ دارالعلوم دیوبند کی مساعی اور خدمات کا منت گزار رہا ہے۔ جون پور کے قصبہ صبر حد کی مثالی درس گاہ "مدرسۂ فاروقیہ" کی تعلیمی و اصلاحی روح وہی ہے جو دارالعلوم دیوبند کے نظامِ تعلیم و تربیت میں رواں ہے۔ پٹنہ کے مشہور و معروف "مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ" کا قیام ۱۹۱۲ء اور اس کی ترقی دارالعلوم دیوبند کے چشمۂ علم و عرفان سے سیراب ہونے والوں کی رہینِ منت ہے۔ اس سلسلے میں "جامعہ ملیہ نواکھالی" کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اسے دارالعلوم دیوبند کی ایک شاخ سمجھنا چاہیے۔ یہ اگرچہ ایک مستقل بالذات ادارہ ہے لیکن اس کے امتحانات اور کارگزاری کی نگرانی دارالعلوم کی طرف سے ہوتی ہے۔

یہ عہد سعادت تو حضرت شیخ الہند اور

باقی صفحہ ۱۹ پر

آپ کے تلامذہ کا دَور تھا۔ یہ تحریک اس دَور کے بعد ختم نہیں ہوگئی بلکہ گزشتہ ۲۵، ۳۰ سال کے عرصے میں پاکستان کے مختلف شہروں میں چند ایسے دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا جن کے ذکر کے بغیر یہ مضمون مکمل نہیں ہوسکتا۔

ان مدارس میں جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۹۴۷ء) جامعہ رشیدیہ ساہیوال (۱۹۴۷ء) دارالعلوم خیرالمدارس ملتان (۱۹۴۷ء) دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۹۴۷ء) دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (حیدر آباد) (۱۹۴۹ء) دارالعلوم کراچی (۱۹۵۰ء) جامعہ اشرفیہ پشاور (۱۹۵۳ء) جامعہ مدنیہ لاہور (۱۹۵۵ء) مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی (۱۹۵۵ء) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن اس سلسلۃ الذہب کی یہ آخری کڑیاں نہیں ہیں۔ ان مدارس کے بعد بھی بے شمار مدارس پاکستان کے طول و عرض اور ہندوستان اور بنگلہ دیش کے دور و نزدیک کے علاقوں میں قائم ہوئے ہیں۔

یہ تمام ادارے برصغیر میں علومِ اسلامی کی تعلیم و تدریس، اسلامی شعائر اور تہذیب و ثقافت کے تحفظ، ملک کی آزادی کی جدوجہد اور ملّی تحریکات اور اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ یہ تمام مدارس اپنا اپنا جداگانہ اور مستقل نظام اور حلقۂ اثر رکھتے تھے لیکن ہندوستان و پاکستان میں اسلامی تعلیم و تربیت کے نظامِ ثقل میں دارالعلوم دیوبند اور ان اداروں کا تعلق وہی تھا جو نظامِ فلکی میں سورج اور دوسرے سیاروں کا ہوتا ہے۔

ان سطروں سے دارالعلوم کے دائرہ فیضان کا جو تصور ذہن میں قائم ہوتا ہے وہ حقیقت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک اس موضوع پر کوئی کام ہی نہیں کیا گیا۔ اور کوئی سنجیدہ کوشش ایسی نہیں کی گئی ہے جس سے دارالعلوم دیوبند کے افادہ و فیضان کا واقعی اندازہ ہوسکے۔

یہ تو دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کے چند خاص مدرسے تھے۔ لیکن اگر صوبہ یا علاقہ وار جائزہ لیا جائے تو صرف ایک مضمون اس مواد کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایک کتاب کی ضرورت ہوگی۔ ہندوستان پاکستان کا کونسا گوشہ ایسا ہے جہاں دیوبند کے سلسلے کا چھوٹا یا بڑا مدرسہ قائم نہیں ہے۔ ہندوستان میں اہم مدارس کی ایک مختصر سی فہرست غلام رسول نے مرتب کی ہے، دوسری فہرست جو بہار و اڑلیسہ کے اہم مدارس کی ہے۔ یہ پروفیسر عبدالمنان کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ گجرات کے باکمال اور برگزیدہ علمائے کرام کی دینی خدمات کا ایک مختصر جائزہ حضرت مفتی اعظم محمد کفایت اللہ نے لیا ہے۔ اس طرح مالابار میں دینی تعلیم کی مرکزی درسگاہوں کے بارے میں محمد اسلم نے معلومات فراہم کی ہیں (ان مضامین کے لیے دیکھیے البلاغ بمبئی تعلیمی نمبر) مغربی پاکستان کے عربی مدارس کا ایک مفصل جائزہ حافظ نذیر احمد نے مرتب کیا۔ علم و آگہی کراچی کے دو ضخیم نمبروں (برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی اور تعلیمی ادارے جلد اوّل دوم) میں دیوبندی مکتبہ فکر کے بہت سے تعلیمی اور علمی ادبی اداروں اور انجمنوں کے حالات سمیٹ لئے گئے ہیں اس سلسلے میں برگ گل کراچی کا تعلیمی پالیسی نمبر بھی قابل توجہ ہے۔ ان کتب و رسائل میں مدارس کی تاریخ اور اس کے بانیوں کے حالات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی فیض رسانیوں اور اس کے اکابر و اصاغر کی نفع بخشیوں کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے اثرات

قدیم و جدید کی تفریق ہندوستان پاکستان میں مسلمان کی ملّی زندگی کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ دیوبند کو قدامت کا پرستار اور علی گڑھ کو جدّت کا والہ و شیدا بتایا گیا ہے۔ اس خلیج کو پاٹنے کی مختلف دردمندانِ قوم نے کوشش کی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ الزام جدّت کے پرستاروں کی طرف سے اور قدیم و جدید کے مابین خلیج کو پاٹنے کی تمام تر کوششیں قدامت پرستوں کی طرف سے عمل میں آئی ہیں۔ ندوۃ العلماء اس کی مثال ہے جس کے معرکوں اور بانیوں میں دیوبند کے سلسلے کے بزرگ و اکابر نمایاں ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبند اور علی گڑھ کے مابین خلیج کو پاٹنے کی نہایت مخلصانہ کوششیں کیں، علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے خصوصی نصاب کا بندوبست کیا، دارالعلوم دیوبند کے فارغین کی علی گڑھ جانے اور جدید علوم سیکھنے میں ان کی ہمت افزائی کی۔ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی قائم ہوا تو اس کے سرپرستوں میں حکیم اجمل خان مرحوم کے ساتھ نواب وقار الملک کو برابر کا شریک بنایا۔ اپنی زندگی کے آخری دَور میں بیماری کی انتہائی شدت کے باوجود علی گڑھ کا سفر کیا اپنے وصال سے چند دن قبل جامعہ ملیہ دہلی کا سنگِ بنیاد رکھا اور زندگی کے آخری لمحوں تک وہ اس کوشش میں مصروف رہے کہ علیگڑھ کے قلب کی سیاہی ایمان کی روشنی میں بدل جائے لیکن ان مخلصانہ مساعی کے صلے اور جواب میں علیگڑھ کے فرزندوں نے حضرت شیخ الہندؒ آپ کے ساتھیوں شاگردوں، جان نثاروں، مولانا سندھی وغیرہ کی جاسوسی کی ان کے لیے مشکلات پیدا کیں قید و بند کے دروازے کھولے۔ گورنمنٹ میں عہدے اور منصب اور سرٹیفکیٹ حاصل کئے اور اس طرح دارالعلوم کے اکابر اور مخلصین ملّت کی ایک ایک کوشش کو ناکام بنا دینے کی کوشش کی دیوبند اور علی گڑھ کی یہ کشمکش تھی جس نے بعد میں مسلم لیگ اور جمعیۃ علمائے ہند کی چپقلش کی صورت اختیار کی۔ انتہائی تلخ تجربات کے باوجود اس دَور میں بھی علمائے دیوبند مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق اور قدیم و جدید کی ہم آہنگی سے مایوس نہیں ہوئے لیکن مسلم لیگ کے اکابر نے انہیں جس طرح مایوس کیا اس کی دردناک روداد مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک انٹرویو میں بیان کردی ہے۔ یہ انٹرویو خواجہ عبدالوحید صاحب نے لیا تھا اور علاّمہ عثمانی کی زندگی ہی میں لاہور کے ایک اخبار میں چھپوا دیا تھا۔ اس کے باوجود کہ علی گڑھ دیوبند کو کبھی گوارا نہیں کرسکا لیکن ملّت کی غمگساری اور اسلامی اخلاق و سیرت اور اخلاص و عمل میں دیوبند سے متاثر ہوئے بغیر بھی نہ رہا۔

علی گڑھ کے جامد اور انگریز پرست ماحول سے جو چند آزادی کے متوالے اور ملّت کے بہی خواہ نکلے جنہوں نے علی گڑھ کی پیشانی کے کلنک کا ٹیکا مٹانے کی کوشش کی اور اگرچہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے لیکن وہ اپنے اخلاص اور بہی خواہی ملّت کا نقش ضرور لوگوں کے دلوں پر ثبت کر گئے۔ ان میں مولانا محمد علی، شوکت علی، تصدق احمد خاں شیروانی، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حمید الدین فراہی اور چند ایسے ہی اور حضرات ہیں۔

سوچنے کی بات — محمد ادریس ہوشیار پوری

پاکستان کی درخواست پر امریکی حکومت کا ردّ عمل؟

عالمِ اسلام، ترقی پذیر ممالک اور ترقی یافتہ صنعتی ممالک

امریکی ہفت روزہ "نیوز ویک" کی رپورٹ کے مطابق امریکہ نے کچھ دن پہلے پاکستان کی فوجی امداد کی اس درخواست کو مسترد کر دیا ہے جو اس نے اپنے اردگرد تغیر پذیر احوال کے پیش نظر اس سے کی تھی — نہ صرف درخواست کو مسترد کیا بلکہ اپنی ایک ذمہ دار شخصیت کے ذریعہ یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ پاکستان اپنے خصوصی احوال و واقعات کے پیش نظر بین الاقوامی حقائق کو سامنے رکھ کر زندہ رہنا سیکھے۔

امریکی حکومت کے اس طرزِ عمل پر کسی حیرت و استعجاب کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور امریکہ کا موجودہ "مشورہ" کسی حکمت عملی یا خیر خواہی کا نہیں بلکہ اس کی طبعی افتاد کا طبعی وقت پر اظہار ہے۔ ماضی میں اگر کسی موقع پر امریکی حکومت نے پاکستان کی امداد کی ہے تو وہ اسی افتادِ طبع ہی کی پیش نظر تھی۔ ورنہ خیر سگالی کے جذبات اس میں بھی مضمر نہ تھے۔ یہ ہم اپنی غلط فہمی کہہ لیں یا پھر بے بصیرتی نہیں تو مجبوری کہ ہم اس کو امداد و اعانت اور خیر سگالی کے جذبات کا نام دیتے رہے۔

باوجود اس کے کہ پاکستان نے امریکہ کی خاطر سیٹو اور سنٹو جیسے معاہدوں میں شرکت کی اور اس کا حلیف ملک شمار ہوا۔ اس طرح وہ امریکہ دشمن ممالک کی آنکھ میں بھی کھٹکتا رہا۔ اور ہمسایہ ممالک سے تعلقات بھی استوار نہ رکھ سکا۔ بایں ہمہ پاکستان نے ان تمام معاہدوں کا احترام کیا اور اب تک بھی پاکستان سنٹو کا رکن ہے امریکہ نے اس کا پاس نہ کیا۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ امریکہ کی موجودہ پالیسی کیا پاکستان کے لیے نئی پالیسی ہے؟ اگر نہیں تو اس کے عوامل و محرکات کیا ہیں جو امریکہ کی "نگاہِ کرم" پاکستان سے بدل کر "اوروں" سے جا ملی ہے۔

آج سے بہت پہلے اگر امریکہ کی طرف سے ہمیں یہی مشورہ دیا جاتا تو ہم اس کے ممنونِ احسان ہوتے کہ وہ ہمیں اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونا کا سبق دیتا ہے۔ سوال یہ ہے اگر امریکہ مخصوص بین الاقوامی حالات اور پاکستان کے اردگرد منڈلانے والے خطرات کے باعث پاکستان کی امداد نہیں کر سکتا تو اس نے ان معاہدوں کا احترام کہاں تک کیا —؟ کیا دفاعی معاہدوں کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ عین وقت یہ کہہ دیا جائے "حالات کو دیکھ کر زندہ رہنا سیکھو۔"

۱۹۶۰ء کے عشرے میں جس وقت بھارت نے چین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کی تو اس نے اپنے حلیف ملک پاکستان کے مفادات کو نظر انداز کر کے بھارت کو فوجی امداد بھرپور طریقے سے فراہم کی ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کے خلاف بھی اس نے فوجی امداد بند کرنے کا ہتھیار استعمال کیا اور پھر ۱۹۷۱ء میں بھارتی جارحیت کے بعد جب سقوطِ ڈھاکہ کا حادثہ رونما ہوا تو بھی وہ خاموش تماشائی بنا رہا۔ بہرحال امریکی پالیسی کی اس "مخصوص چال" نے اس بارے میں واضح ثبوت فراہم کر دیا کہ امریکہ کو کسی کے مفادات سے کوئی غرض نہیں۔ جب تک کسی علاقے میں اس کے اپنے مفادات کا تحفظ اور وہ اپنی اغراض کو پورے ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ سبز باغ دکھاتا ہے لیکن جہاں اس کے مفادات مجروح ہوتے نظر آتے واں وہ ایسے آنکھیں بدل جاتا ہے جیسا کہ پہچانتا ہی نہ ہو۔ ایشیا و افریقہ کے ممالک میں دس پندرہ سال سے اس کی پالیسی کا یہی عنصر کارفرما ہے۔

حال ہی میں امریکہ نے چین کو بھی تسلیم کر لیا ہے بے شک اسی کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اور دونوں طاقتوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کے اثرات بین الاقوامی برادری کے لیے نیک شگون ہوں گے۔ اور یہ کہ امریکہ کو اس حقیقت کو بہت جلد تسلیم کر لینا چاہیئے تھا۔ جہاں تک اس کا یہ اچھا پہلو ہے اس سے کسی کو بھی انکار نہیں لیکن امریکی پالیسی کا یہ پہلو بھی اس کے ساتھ ہی سامنے آ جاتا ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے مفادات کا تقاضا ہے کہ اب تائیوان کے ساتھ تعلقات منقطع کر لیے جائیں تو اس نے تائیوان کو چھوڑ دیا۔ اس بحث سے قطع نظر کہ تائیوان کی ملکیت کیا ہے اور اس کی حدود اربعہ کی آئینی حیثیت کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ نے تو اس کو دھوکا دیا۔

پھر آج چین کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان میں اپنے بھرپور کردار کا مظاہرہ کر چکا ہے کیا اس کا صلہ یہی ہے کہ چین کو تسلیم کر لیا جائے اور پاکستان کو اپنے حق میں استعمال بھی کر لیا جائے۔ اور جب دفاعی معاہدے کے تحت اسلحہ کی بات ہو تو ٹکا سا بھی جواب دے دیا جائے —؟

برصغیر کے حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ پاکستان اپنے علاقائی تحفظ اور طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کی خاطر اپنے دفاعی معاہد ممالک کے ساتھ رابطہ قائم کرے۔ بہرحال امریکہ کی موجودہ پالیسی خود امریکہ کے لیے بھی مفید ثابت نہیں ہوگی۔

جہاں تک اقتصادی امداد کا تعلق ہے اس کی نوعیت و حقیقت بھی کسی پہ مخفی نہیں ہے۔

امریکہ سمیت تمام ہی صنعتی ممالک، ترقی پذیر یا پسماندہ ممالک سے اونے پونے خام مال خریدتے ہیں اور پھر اسی خام مال کی شکلیں تبدیل کر کے انہی غریب ممالک کو بیچ کر کثیر مقدار میں منافع اور زرمبادلہ کماتے ہیں۔ جہاں تک اپنی مصنوعات کی فروخت کا تعلق ہے اس بارے میں فراخدلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ لیکن ٹیکنالوجی اور اس کے تمام تر متعلقات جس سے غریب ممالک از خود فائدہ اٹھا کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ وہ انہیں فراہم نہیں کی جاتیں۔ جس کا دوسرے لفظوں میں واضح مطلب یہ ہے کہ تمام ہی صنعتی ممالک تیسری دنیا کے تمام ترقی پذیر اور صنعتی ممالک کو اپنا زیر دست اور دست نگر ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ان کا پھلنا پھولنا ان کو کسی صورت بھی گوارا نہیں ہے۔

جہاں تک ان معاملات کا تعلق ہے اس کا تجزیہ تو یہی ہے لیکن ان ممالک کی طرف سے مجموعی طرز عمل نے تمام ہی مسلم ممالک اور تیسری دنیا کے غریب عوام کو باہمی قریب ہونے کے لیے بھی کچھ نہ کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اور یہ حالات کا تقاضا ہو گا یا وقت کے ساتھ پسماندہ طبقوں کی بیداری کہ یا ان ممالک کو اپنا رویہ تبدیل کرنا ہو گا اور یا پھر اپنے مقابل تیسری دنیا کے تمام ممالک کا مقابلہ۔

آج مسلمان ملکوں کے ہاتھ میں بے شک تیل ایک بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اور تیل کی احتیاج کی وجہ سے بہت سی بڑی طاقتیں بھی مسلم ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے اور اس کو پروان چڑھانے کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں لیکن کل کلاں اگر یہ ممالک شمسی توانائی کو حاصل کرنے کے بعد تیل کے محتاج نہیں رہتے اور ان کی تمام مشینری تیل کے متبادل شمسی توانائی سے چلنا شروع ہو جاتی ہے تو ظاہر بات ہے کہ وہ مسلم ممالک سے تعلقات کو بدل سکتے ہیں۔

ایسے خطرات و احوال کے پیش نظر تیسری دنیا کے غریب اور خصوصاً مسلم ممالک کو سوچنا ہو گا کہ وہ اپنی تمام تر ضروریات خود پورا کرنے کے لیے جہاں باہمی اتحاد کو فروغ دیں وہاں ٹیکنالوجی اور سائنس میں بھی مہارت پیدا کرنے پر خصوصی توجہ دیں۔

جہاں تک وسائل کا تعلق ہے عالم اسلام وسائل سے مالا مال ہے۔ مگر اس کے جدید طریق استعمال سے عدم واقفیت نے مجبور کر رکھا ہے کہ ہم خام مال اپنی اقتصادی اور معاشی مجبوری کے باعث "اونے پونے" داموں پر فروخت کریں۔ اگر صنعتی دَور کے تمام تقاضے پورے کرنے کے طریق کار کو اپنا لیا جائے اور اس طریق کار کے حصول کے لیے بھرپور منظم جدوجہد کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم اسلام کے تمام ممالک اپنی ساکھ بحال نہ کر سکیں۔ اور طاقت کا توازن اس کے ہاتھ میں نہ رہے۔

بہر حال پاکستان بین الاقوامی حالات سے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور اپنے علاقائی مخصوص محل وقوع کے لحاظ سے بھی غافل نہیں رہ سکتا۔ وہ بڑی طاقتوں کا ہمسایہ بھی ہے۔ اس لیے اندریں حالات ضروری ہو جاتا ہے کہ حالات کو درست کرنے اور ملکی و ملی استحکام کی خاطر ہم پوری سمجھ داری اور حکمت عملی سے کام لیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب ملک میں اتحاد و اتفاق ہو گا اور انتشار کی فضا ختم ہو جائے گی۔

بقیہ: یادگار عظمت اسلاف

یہ تمام اصحاب حضرت شیخ الہندؒ سے متاثر اور آپ کے نقش سیرت کے گرویدہ تھے اور اسی تاثر اور گرویدگی کے نتیجے میں قومی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا تھا۔ علی گڑھ میں سرسید کی گدایانہ پالیسی کے خلاف جو احساس اور جذبہ پیدا ہوا اس میں سب سے نمایاں اثر دیوبند کا تھا حالانکہ دیوبند کے اکابر نے علی گڑھ کے خلاف نہ تو کبھی پرجوش تقریریں کی تھیں نہ لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا تھا۔ اور نہ محمد علی کی طرح اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی دھمکی دی تھی۔ لیکن دیوبند کی ایک سیرت تھی جس نے علی گڑھ کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ یہ سیرت اپنا کام کر رہی تھی۔ اور اس کے اثرات رفتہ رفتہ پھیل رہے تھے۔ علی گڑھ کے علاوہ ملک میں دوسرے سیاسی و دینی ادارہ ثقافتی و تہذیبی حلقے بھی دیوبند سے متاثر ہوئے۔ نواب وقار الملک ظاہر ہے کہ علی گڑھ کی پیداوار نہ تھے۔ حکیم اجمل خان ایک دوسرے دائرے سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈاکٹر انصاری (مختار احمد) کا میدان دوسرا تھا مولانا ابوالکلام آزاد کا ابتدائی ماحول دوسرا تھا۔ ان کے والد ایک دوسرے مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ حالی و شبلی اپنی الگ الگ دنیائیں رکھتے تھے۔ اکبر الہ آبادی کا مزاج اپنا تھا۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت اور دارالعلوم دیوبند کے نقش کردار میں ایک ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ جو ایک نظر اس پر پڑتا تھا اسی کا ہو رہتا تھا۔

دیوبند کے اثرات ملک کے اداروں اور شخصیات ہی پر نہیں بیرون کی اکابر شخصیات پر بھی پڑے اور ادارے بھی ان سے متاثر ہوئے۔ سفرنامہ اسیر مالٹا، نقش حیات، تحریک شیخ الہندؒ ریشمی رومال تحریک، مولانا عبید اللہ سندھی کی تحریرات، اقبال شیدائی کی سرگزشت، ظفر حسن کی آپ بیتی وغیرہ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی ملّی و سیاسی تحریک سے افغانستان ترکی اور حجاز کی متعدد اہم شخصیات متاثر تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اثرات بعض مستقل علمی خانوادوں پر بھی پڑے اس سلسلے میں پنجاب کے غزنوی خاندان اور یوپی کے بعض اہل حدیث علماء کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ علمائے اہل حدیث خصوصاً غزنوی خاندان اپنی ایک مستقل علمی روایت رکھتا ہے اس کی فکری خدمات کا پیمانہ بہت بلند ہے۔ وہ دین اور ملت کی خدمت گزاری کی عظیم الشان تاریخ میں اپنا امتیاز رکھتا ہے اس طرح لدھیانہ کا خانوادہ علمی جس کے آخری دَور کے ورثاء علم و عمل میں مفتی محمد نعیم اور مولانا حبیب الرحمٰن کے سے اصحاب عزیمت دعوت گزرے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ جو ایک مستقل حیثیت کے مالک ہیں وہ اپنی زندگی اور افکار کی تعمیر میں اپنے والد کی فکری و علمی شخصیت کے بھی رہین منت نہیں ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے والد کی سیرت کے کچھ اجلے نقوش کو اپنا لیا تھا، لیکن دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند کی عظمت اور حضرت شیخ الہندؒ کی سیرت سے بھی متاثر تھے۔

باقی آئندہ

د-م شاکر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی

ایران کیوں جل رہا ہے ؟

سپر پاورز کے عالمی قزاق عالم اسلام سے جو کھیل کھیل رہے ہیں اس کی ہولناکیوں اور جرائم انگیزیوں کے نتائج ہم گذشتہ ایک صدی سے دیکھ رہے ہیں۔ بیسویں صدی کی ترقی یافتہ صنعتی انقلاب، ٹیکنالوجیکل تہذیب اور اٹامک تمدن نے آج دنیا کو جتنے مصائب جتنے دکھ تکالیف اور جس قدر آلام دیئے ہیں۔ اس کا مشاہدہ پوری انسانی تاریخ نے نہیں کیا۔ انسانی تجربات کی تاریخ میں ایسی حیرت انگیز اور سرعتِ رفتار ٹیکنالوجیکل سائنس کے ذریعے قوموں کی آزادی کو پامال کرنا ایک بے پناہ ہولناک تجربہ ہے۔ دورِ حاضر کی نفسیاتی اور اعصابی جنگ کے خوفناک اور مکروہ اسالیب نے قوموں کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کو بگاڑ دیا ہے عصرِ رواں کا یہ سراب اور دھوکہ اتنا گہرا ہو چکا ہے کہ موجودہ انسانی معاشرہ اس گھناؤنے ٹیکنالوجیکل سیاسیات کے ذریعے خوف، ڈر اور بے یقینی کے گرداب میں گھر چکا ہے۔ خوف ڈر اور یاس و تشکک کا شکار کر کے اقوام کو مستقل بحران میں رکھنا عالمی قزاقوں کا شیوہ ہے۔ ایک عرصہ سے عالمی صہونی تحریک کمیونسٹ جماعت کے نقاب پوش امریکہ اور روس کی صنعتی اور تکنیکی ترقی کی آڑ میں قوموں کے حقوق اور آزادی پر ڈاکہ ڈالتے رہے ہیں۔ قوموں کی آزادی حریت عزت اور شرف کا مسئلہ ایسا ہے کہ دنیا کی کوئی ترقی اسکی قیمت ادا نہیں کر سکتی۔ پرزے تیار کرنے والی مشینری نصب کر کے، طیاروں کے پلانٹ لگا کر، بھاری صنعتوں کے پروگرام کو نافذ کر کے اور میزائیل تیار کرنے والی فیکٹریاں بنا کر اگر کسی قوم کی آزادی حریت اور عزت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر ذلت اور پستی کی انتہا نہیں مشینی اور میکانکی تسلط سے پیداوار بڑھا کر اگر کسی قوم کی آزادی اور شرف سے کھیلا جاتا ہے تو رذالت کی حد نہیں ایسی ترقی سے بہتر ہے۔ کہ آدمی کسی گڑھے میں جا گرے۔

اقتصادی ترقی، تکنیکی اوج اور صنعتی عروج پر پہنچنے کے باوجود جرمنی اور جاپان جس طرح بے بس اور بے کس ہیں وہ ہم سب کے لئے عبرتناک ہونا چاہئے۔

بین الاقوامی طاقتوں کے لات ومنات نے موجودہ انسانی دنیا سے جس طرح بصارت اور بصیرت سلب کی ہے۔ اس کی بے حد جان لیوا مثال یہ ہے۔ کہ کھانے پینے اور چلنے پھرنے کے نئے نسخے دے کر انسان سے اس کا شرف عزت انسانیت اور شرافت چھین لی گئی ہے کیا سائنسی اور ٹکنالوجیکل ترقیوں کا منتہائے مقصود یہی تھا کہ ہواؤں میں اڑنے، سمندر پر تیرنے اور چاند پر چڑھ دوڑنے سے زمین پر عدل و انصاف قائم نہیں ہو جاتا۔ آدمیت کے تقاضے میکانکی ارتقاء اور صنعتی کارخانوں سے نہیں سیکھے جاتے۔ ہائیڈروجن بمبس اور راکٹوں سے انسانی حقوق کب بحال ہوئے؟ انسانی کردار کی تعمیر کسی صنعتی ترقی کے دھوئیں سے نہیں ہوئی۔ ہمارا مقصود ٹیکنالوجیکل اور سائنسی کی ترقی کی افادیت سے انکار نہیں ترقی یافتہ وسائل سے کسے کوفت ہوگی۔ اگر وسائل کو تہذیب و تمدن اور سیاسیات بنا لیا جائے تو اس سے بڑھ کر انسانی فکر و سوچ کی حد نہیں۔ بلکہ کہنا یہ ہے کہ ڈپلومیسی کے ذریعے جس طرح بین الاقوامی پیمانے پر عالمی قزاق حریت، آزادی اور زندگیوں سے کھیل کا قانون آشام ڈرامہ کھیل رہے ہیں۔ اس نے دورِ حاضر کی تمام ترقیوں اور فیوض و برکات کو تاریکی کے پھیلاؤ کا سبب بنا دیا ہے۔ نئے سے نئے پروگراموں کے ذریعے سریلے اور مسحور کن نغمے گا کر کسی قوم کو حقیقی توانائی نہیں دی جا سکتی۔ اور نہ ہی انصاف سے نوازا جا سکتا ہے سوال یہ ہے کہ اس ساری شکست و ریخت اور عالمی سازش سے مقصود کیا ہے؟ کیا اس کی بھی کوئی انتہا ہے؟ آخر یہ سوپر پاورز ٹیکنالوجیکل کے واسطے اقوام کو کب تک ڈراتے اور دھمکاتے رہیں گے۔

امریکہ کے ڈنلر نے اپنی کتاب "فیوچر شاک" میں جدید سائنس اور تہذیب کے سیاسی اور فکری گھناؤنے پن پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ادھر روس کے ایک ادیب نے اپنے معروفِ زمانہ ناول "دی فرسٹ سرکل" جدید کمیونسٹ معاشرے کے بین الاقوامی سیاسی عزائم کو بری طرح بے نقاب کیا ہے۔

اقوام سے سازش، دھوکہ، دھونس اور قزاقی کے ذریعے سے حریت و آزادی چھین لینے کے نتائج بڑے ہی ہولناک ہوا کرتے ہیں۔ پھر تاریخ کے تعاقب سے بچنا ہرگز ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ سازشی جدید تہذیب وارتقاء کے خاتمے کا باعث ہوگا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

مکتوب گجرات

میرے استعفیٰ کے بعد بھٹو نے میری منت سماجت کی

مولانا مفتی محمود کا گجرات میں خطاب

جب ۲ جنوری کو وفاقی وزیر جناب چوہدری ظہور الٰہی صاحب کی صاحبزادی کی شادی میں شرکت کے لئے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود گجرات تشریف لائے تو جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی رہنما جناب چوہدری خلیل صاحب نے ان سے درخواست کی کہ وہ گجرات میں عوام سے خطاب فرمائیں۔ وقت کی کمی کے باوجود حضرت مفتی محمود صاحب نے گجرات میں خطاب کی دعوت قبول فرمائی۔

چنانچہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی جامع مسجد میں آپ کا خطاب رکھا گیا۔ آپ کی تقریر سننے کے لئے لوگ دور دور سے آئے لوگوں کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسجد سے باہر دور دور تک سڑک کے کنارے لوگ کھڑے تھے۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے سرانجام دیئے اور جلسہ کی صدارت امیر جمعیت ضلع گجرات حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب نے کی۔

قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کا خطاب شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے حکومت میں شمولیت دو مقاصد کے لئے اختیار کی ہے (۱) نظام مصطفےٰ کا نفاذ۔ (۲) ۱۹۷۹ء میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات۔

آپ نے فرمایا کہ اس وقت بعض سیاسی لیڈر ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ چور دروازے سے حکومت میں شامل ہوئے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ سیاسی لیڈر ہیں جنہوں نے بھٹو کے ظالم دور میں جب کہ تحریک نظام مصطفےٰ چلی تو فوج کو دعوت دی کہ وہ اقتدار سنبھال لے اور انہوں نے فوج کی تائید کی۔ اب وہ ہی فوج ہے جس نے ہمیں خود تعاون کرنے کی دعوت دی ہے اور حکومت فوج کی ہے ہم تو صرف اس سے تعاون کر رہے ہیں۔

اسلامی نظام کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ انتخابات ہوں اور تب ہی اسلام کے قانون کو نافذ کیا جائے اسلام میں یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ انتخابات ہوں تو تب اسلام آئے اور اس سے پہلے اس کا نفاذ گناہ ہے یا نقصان ہے۔ باقی قومی اتحاد کے متعلق اور خصوصاً میرے متعلق جو کہتے ہیں کہ میں ہوس اقتدار کا پجاری ہوں یہ بالکل غلط ہے علماء دیوبند کی سیاسی۔ تاریخی مذہبی اور معاشرتی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ میں نے دس ماہ صوبہ سرحد میں بطور وزیر اعلیٰ کے گزارے ہیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ مجھے آزادانہ طور اسلام کے نفاذ میں بھٹو صاحب مانع اور رکاوٹ ہیں تو میں نے استعفیٰ دے دیا اور وزارت کو جوتے کی نوک سے ٹھکرا دیا۔ یہ لوگ ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ ہم چور دروازے سے حکومت میں داخل ہوئے ہیں۔ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ تم جس مقصد کے لئے قومی اتحاد کے پلیٹ فارم پر جمع ہوئے تھے کیا وہ مقصد حاصل ہوا ہے؟ اگر نہیں ہوا جیسا کہ حالات سامنے ہیں تو پھر آپ نے قومی اتحاد سے کیوں علیحدہ ہو کر اسلام قوم اور ملک سے اور خصوصاً شہداء اسلام کے خون سے کیوں غداری کی ہے؟۔ آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جنرل ضیاء الحق نے یکم محرم الحرام کو اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے قدم اٹھایا ہے اور حکم دیا ہے کہ تمام سرکاری افسر اور ملازم اپنے اپنے دفاتر میں نماز کا اہتمام کریں۔ نیز ۱۲ ربیع الاول کو کتاب وسنت کو بھی عملاً نافذ کر دیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سچ بتاؤ کہ کیا دفتروں میں افسران نے نماز کا اہتمام نہیں کیا؟ کیا مساجد میں پہلے سے زیادہ نمازی نہیں ہوتے (لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی تائید کی)۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر ۱۲ ربیع الاول کو اسلام کے شرعی قانون پر حدود کا نفاذ نہ ہوا تو ہم حکومت چھوڑ دیں گے

قائد جمعیت نے فرمایا کہ ہمیں کچھ وقت دیں کہ ہم نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کچھ آگے قدم بڑھا سکیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ مہنگائی کم ہو چیزوں کی نایابی کا خاتمہ ہو۔ رشوت ستانی کی لعنت ختم ہو۔ عریانی۔ فحاشی۔ چوری ڈاکے وغیرہ ختم ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ملک میں جو ۳۱ سال سے گندگی پھیل چکی ہے خصوصاً پچھلے چھ سالہ بھٹو کے دور میں جو غلاظت کے ڈھیر لگے ہیں ان کو آہستہ آہستہ صاف کیا جائے گا ایک دم ہی یہ ساری گندگی اور غلاظت ختم نہیں ہوگی یہ ناممکن ہے کہ راتوں رات یہ تمام برائیاں اور جرائم ختم ہو جائیں اس کے لئے اگر ہم محنت اور تن دہی سے کام کریں تو کافی وقت لگے گا۔

باقی رہی انتخابات کی بات تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم واضح طور پر انتخابات اسی سال کروانے کیلئے ایک شیڈول بنایا ہے اور حکومت اور ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اسی سال اکتوبر میں انتخابات کرائے جائیں گے جیسا کہ جنرل ضیاء الحق صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ سال انتخابات کا سال ہے اور اس کے لئے تیاری شروع ہو چکی ہے ووٹروں کے فارم پُر کرنے کے لئے یکم جنوری سے کام شروع کر دیا گیا ہے لہذا اسی سال اپنے وقت پر انتخابات ضرور ہوں گے اگر انتخابات اس سال نہ ہوئے تو ہم حکومت چھوڑنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرینگے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اسلام اور ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہت عزت دیتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں اقتدار کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں سمجھتا بلکہ میں اقتدار کو اسلام کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے اور عوام کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے ایک ذریعہ اور سبب سمجھتا ہوں اگر اسلام کے قانون کے نفاذ کا مقصد اور عوام کے مسائل اور مشکلات کے حل کرنے میں کرسی اقتدار رکاوٹ بنے تو میں ایسے اقتدار کو لات مارتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ آپ نے دیکھا نہیں کہ بھٹو نے مجھے آزادانہ طور پر اسلام کے لئے اور عوام کیلئے کام کرنے سے روکا تو میں نے استعفیٰ دے دیا بعد میں میری منت سماجت بھی بھٹو نے کی لیکن میں نے اقتدار کو ٹھکرا دیا کیونکہ میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ عوام کی فلاح و بہبود اور ملک کی ترقی ہے۔

کیا اقتدار چھوڑنے سے میری عزت میں کمی آئی نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے بڑھ کر عزت دی۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت دیں اُسے کون ذلیل کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسے ہی عزت اور وقار عطا فرماتے ہیں جو اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی دیتا ہے

ترجمان میں اشتہار دیکر اپنی مصنوعات کو فروغ دیجئے

میرے تمام متعلقین جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر کام کریں

جمعیۃ علماء اسلام گجرات کے دفتر کے افتتاح کے موقع پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا خطاب

جمعیۃ اشاعت التوحید والسنت پاکستان کے امیر اور ممتاز عالم دین مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے گذشتہ روز دفتر جمعیۃ علماء اسلام گجرات شہر کا افتتاح فرمایا اور اس موقع پر ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے اپنے متعلقین اور عقیدت مندوں پر زور دیا کہ وہ جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو کر دین حق کی سربلندی کے لیے محنت کریں۔ آپ نے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ اشاعت التوحید والسنت دونوں ایک ہی مشن اور مقصد کے لیے کام کر رہی ہیں اور دونوں ملک میں قرآن و سنت کی بالادستی چاہتی ہیں۔ اس لیے جمعیۃ اشاعت التوحید والسنت کے ارکان کو سیاسی کام کے لیے جمعیۃ علمائے اسلام میں شامل ہو کر محنت کرنی چاہیے۔ اس موقع پر آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کی کامیابی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تقریب جمعیۃ علمائے اسلام کے کارکنوں اور علماء کرام کے علاوہ جمعیۃ کے راہنماؤں مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری مولانا عبدالرؤف شاہد، مولانا ضیاء القادری، ملک نصر اللہ خاں، چوہدری محمد خلیل اور قاری عطاء الرحمٰن نے بھی شرکت کی۔

رکن سازی کی رفتار تیز کر دی جائے ۔ مولانا زاہد الراشدی

جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی ناظم برائے تنظیمی امور و نشر و اشاعت مولانا زاہد الراشدی نے گذشتہ ہفتہ کے دوران قلعہ دیدار سنگھ، جہلم، سرائے عالمگیر اور گجرات میں جماعتی کارکنوں، طلبہ اور عوام کے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا۔ آپ نے کارکنوں پر زور دیا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی رکن سازی کی رفتار کو تیز تر کر دیا جائے تاکہ مقررہ مدت کے اندر ۳۰ ربیع الثانی تک رکن سازی کا کام ملک بھر میں مکمل کیا جا سکے۔ آپ نے کہا کہ رکن سازی کے کام کو زیادہ سے زیادہ منظم اور مربوط طریقہ سے کیا جائے اور اس سلسلہ میں جماعتی دستور اور مرکزی شعبہ تنظیمی امور کی ہدایات کی پوری طرح پابندی کی جائے تاکہ رکن سازی مؤثر اور نتیجہ خیز ہو۔

حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد عبد اللہ درخواستی علیل ہو گئے

کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی علیل ہو گئے ہیں۔ وہ کراچی بغرض علاج تشریف لے گئے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل خان اور ناظم دفتر غلام اکبر سلیمانی نے ملک بھر کے علماء کرام اور جماعت کے احباب سے ان کی صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل کی ہے۔

ہفت روزہ ترجمان حق بنوں کا قاری محمد شریف مرحوم نمبر

ملک کے مشہور و معروف قاری جناب استاذ القراء قاری محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ کی یاد میں ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ہفت روزہ ترجمانِ حق بنوں عنقریب ایک نمبر شائع کر رہا ہے حضرت قاری صاحب کے تمام شاگردوں اور ان سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات سے اپیل ہے کہ وہ حضرت قاری صاحب کے متعلق مضامین ارسال فرماویں۔

ــــ ہفت روزہ ترجمانِ حق ــــ
منڈی نیلگران بنوں) صوبہ سرحد

مولانا زاہد الراشدی

پارٹی سسٹم کی بنیاد پر الیکشن کی تجویز کو قوم کی حمایت حاصل ہے

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک غیر ملکی جریدہ "امپیکٹ انٹرنیشنل" کو دئے گئے ایک حالیہ انٹرویو میں افراد کی بجائے جماعتوں کو ووٹ دینے کے سلسلہ میں اظہار خیال کیا ہے اور کہا ہے کہ "وہ اس نظام کے حق میں ہیں لیکن جب انہوں نے یہ تجویز سیاستدانوں کو پیش کی تو ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکنے لگی"۔

ہمارے خیال میں اس تجویز پر سیاستدانوں کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ خود سیاستدان بارہا پارٹی سسٹم کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا مطالبہ کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں تین اہم سیاسی جماعتوں جمعیۃ علماء اسلام، جماعت اسلامی اور پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے اپنے انتخابی منشور میں قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ برسر اقتدار آنے کے بعد افراد کی بجائے جماعتوں کو ووٹ دینے کا نظام رائج کریں گی اور انتخابات میں ان جماعتوں کو حاصل ہونے والی عوامی حمایت کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قوم نے مجموعی طور پر اس نظام کے حق میں ووٹ دیئے ہیں اور اس کی حمایت کی ہے مگر بد قسمتی سے پیپلز پارٹی .... کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس کے دیگر انتخابی وعدوں کی طرح یہ تجویز بھی سیاست کی نذر ہو گئی اور سیاسی نظام کو بہتر بنانے کے لیے ایک معقول اور تمام حلقوں کے لیے قابل قبول تجویز کو عملی جامہ پہنایا نہ جا سکا اس لیے اب جبکہ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اس تجویز کی حمایت کر رہے ہیں اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قوم سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا وعدہ کرنے والی دو جماعتیں جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی ان کے ساتھ شریک حکومت ہیں تو یہ ضروری ہے کہ پارٹی سسٹم کی بنیاد پر الیکشن کے مطالبہ کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی جائے اور جس طرح ایک قومی ضرورت سمجھتے ہوئے جداگانہ طرز انتخاب کو اپنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے اسی طرح جماعتی بنیادوں پر ووٹ دینے کا نظام بھی اپنا لیا جائے۔ اس تجویز پر سنجیدہ توجہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ انتخابی سیاست میں مروجہ طریق انتخاب کے باعث درپیش متعدد مسائل ایسے ہیں جنہوں نے قومی سیاست کو الجھاؤ اور کشیدگی کا شکار بنا رکھا ہے اور ان کا حل اس کے سوا ممکن ہی نہیں کہ انتخاب کے مروجہ طریق کار میں بنیادی اور انقلابی تبدیلیاں کی جائیں مثلاً

الف : ہماری سیاست کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں پروگرام اور پالیسی کی بجائے شخصیات کے گرد گھومتی ہیں اور بجائے اس کے کہ جماعتیں لیڈر پیدا کریں۔ لیڈر حضرات پارٹیوں کو جنم دیتے ہیں جس کی وجہ سے پارٹیوں پر منشور اور پالیسی کی بجائے شخصیات کی چھاپ زیادہ گہری ہوتی ہے اور اگر یہاں جماعتوں کی بنیاد پر الیکشن کا طریق کار اپنا لیا جائے۔ تو جماعتی سوچ شخصی سوچ پر غالب آئے گی، پارٹیوں پر پالیسی اور منشور کی چھاپ زیادہ گہری ہو گی اور بتدریج ہم اس منزل کی طرف بڑھیں گے کہ بالآخر لیڈر پارٹیوں کو جنم دینے کی بجائے خود وجود میں آنے کے لیے جماعتوں کی کوکھ کے محتاج ہوں گے۔

ب : مروجہ طریق انتخاب میں سیاسی جماعتیں کسی بھی حلقۂ انتخاب میں امیدوار کا چناؤ کرتے وقت اس کی اہلیت، شرافت، سیاسی دیانت، سوجھ بوجھ، قانون سازی کے شعور اور فہم و دانش کو معیار بنانے کی بجائے اس بنیاد پر فیصلہ کرتی ہیں کہ حلقہ میں امیدوار کا اثر و رسوخ کیا ہے؟ اس کی دولت خرچ کرنے کی صلاحیت کتنی ہے؟ اس کی برادری اور دھڑا کیا ہے؟ اور وہ اپنے رعب و ادب سے انتظامیہ اور مخالفین پر کس حد تک اثر انداز ہو سکتا ہے؟ اسی وجہ سے اسمبلیوں میں بہت سے ارکان ایسے پہنچ جاتے ہیں جنہیں نہ قانون سازی کا شعور ہوتا ہے اور نہ کسی سیاسی و انتظامی مسئلہ میں رائے دینے کی اہلیت بلکہ ایسے ارکان اسمبلی کی رکنیت کو ناجائز مفادات کے حصول، اقربا پروری اور ہر جائز و ناجائز کام کرا سکنے کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ایسی بدعنوانیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ بار بار احتساب اور نا اہل قرار دینے کا عمل بھی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکا اس کی بجائے اگر الیکشن جماعتی بنیادوں پر ہو اور پارٹیوں کے سامنے سوال سیٹیں جیتنے کا نہیں بلکہ حاصل شدہ سیٹوں کو پُر کرنے کا ہو تو یقیناً وہ اپنے نمائندوں کے چناؤ میں دولت، برادری اور اثر و رسوخ کی بجائے اہلیت، شرافت اور دیانت کو معیار بنائیں گی اور اس کا اثر نہ صرف اسمبلیوں کی کارکردگی پر انتہائی خوشگوار اور مثبت ہو گا بلکہ مفادات کے حصول اور چودھراہٹ کے لیے دولت اور برادری کے سہارے اسمبلیوں میں پہنچ جانے والے مفاد پرست عناصر کے قدم بھی کافی حد تک رک جائیں گے۔

ج : مروجہ طریق انتخاب میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک حلقہ میں تین یا اس سے زائد امیدواروں کی صورت میں اکثریت کے ووٹ ہارنے والے امیدواروں میں بٹ جاتے ہیں اور جیتنے والا امیدوار عملاً اپنے حلقہ کی اکثریت کی بجائے اقلیت کا نمائندہ ہوتا ہے اسی طرح ملکی سطح پر اکثریت کے ووٹ حاصل کرنے والی جماعتیں اسمبلیوں میں اقلیت ہوتی ہیں اور اقلیت کے ووٹ لینے والی جماعت اکثریتی جماعت بن جاتی ہے جیسا کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ۳۷ فی صد ووٹ حاصل کرنے والی پیپلز پارٹی کو قومی اسمبلی، پنجاب اسمبلی اور سندھ اسمبلی میں غالب اکثریت حاصل تھی اور ۶۳ فی صد ووٹ لینے والی جماعتیں صرف چند نشستیں جیت سکی تھیں۔

یہ صورت حال جمہوریت کے نقطۂ نظر سے ناقابل قبول ہے کیونکہ جمہوریت کا مقصد تو عوام کی اکثریت کی بالادستی ہوتا ہے جبکہ یہاں اقلیت کی نمائندگی کو تفوق اور بالادستی حاصل ہے اور اکثریت نمائندگی سے محروم ہے اس کی بجائے اگر یہ طریق کار اختیار کر لیا جائے کہ ووٹ افراد کی بجائے جماعتوں کو ڈالے جائیں اور ہر پارٹی کو ملک بھر سے ملنے والے ووٹوں

شہر شہر سے

ترتیب: قمر ہاشمی

مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کو صوبائی تنظیمی کمیٹی کا رکن مقرر کر دیا گیا

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم برائے تنظیمی امور مولانا زاہد الراشدی نے گجرات کے نوجوان عالم دین مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، ملک نصر اللہ اعوان کے رفقاء کی جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا خیر مقدم کیا ہے اور ایک بیان میں توقع ظاہر کی ہے کہ نوجوان علماء کا یہ پرجوش گروپ نہ صرف ضلع گجرات بلکہ پورے صوبے میں جمعیۃ کی رکن سازی کی مہم میں سرگرم کردار ادا کرے گا۔ آپ نے مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کو جمعیۃ کی صوبائی تنظیمی کمیٹی کا رکن نامزد کیا ہے۔

جمعیۃ میں شمولیت

مبلغ جمعیت علماء اسلام شہر سیالکوٹ قاری محمد امین فاروقی اور جمعیت شہر کے امیر مولانا محمد طاؤس کی دعوت پر سیالکوٹ شہر محلہ شاہ سعیدان کے مستقل اقامت پذیر اور شہر کی مشہور دینی درسگاہ دار العلوم شہابیہ کے مدرس مشہور عالم دین مولانا محمد عبد الرحمٰن فارم رکنیت پر کر کے جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ جمعیت علماء اسلام کی رکنیت سازی مہم شہر میں انتہائی منظم طریقہ سے جاری ہے۔ اور اگلے چند دنوں میں شہر کی کئی ایک مشہور اور اہم شخصیتوں کی شمولیت متوقع ہے۔

اجلاس

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام شہر گجرات کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری الجامعہ الانیہ میں منعقد ہوا ضلع گجرات کے جنرل سیکرٹری مولانا عبد الرؤف شاہد نے اجلاس سے خطاب کیا۔ اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ جب تک ممبر سازی مکمل نہیں ہو جاتی اس وقت تک کے لئے ایک عارضی کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ وہ مکمل ممبر سازی کا کام اور دیگر جماعتی امور کو سرانجام دینے کے لئے کام کرے

نوٹ۔ اجلاس نے صدر پاکستان قومی اتحاد و قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی قیادت پر نظام مصطفٰے کے مکمل نفاذ کیلئے بھرپور اعتماد کا یقین دلایا۔

جمعیۃ میں شمولیت

علماء کونسل پاکستان کے سابق مرکزی خزانچی حاجی صوفی محمد امین صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ جمعیت کے رہنما ڈی میاں محمد حنیف میاں عبد الرحمٰن، قاری مقبول الرحمٰن و دیگر کارکنان جمعیت کی موجودگی میں جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اور انہوں نے قائد پاکستان قومی اتحاد مولانا مفتی محمود۔ مولانا عبد اللہ درخواستی اور مولانا عبید اللہ صاحب انور کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ صوفی صاحب نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام مولانا اللہ داد۔ سعید الرحمٰن علوی۔ قاری غالب المجد۔ عبد الحئی اعوان۔ ملک شیر محمد۔ حافظ مرتضٰے۔ حافظ یوسف ایڈووکیٹ نے صوفی صاحب کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت پر ان کا خیر مقدم کیا ہے۔

تربیتی اجلاس

گذشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام سانگھڑ کا ایک تربیتی اجلاس دفتر جمعیۃ علماء اسلام سانگھڑ میں زیر صدارت حاجی عبد المجید ایڈووکیٹ امیر جمعیۃ منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز حافظ محمد علی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اسکے بعد جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام جناب محمد طفیل نے شرکاء اجلاس کی ترتیب سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے فرداً فرداً اپنا تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد حاجی غلام حیدر نے قرآن پاک کی آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا درس دیا۔ اور کہا کہ اگر مسلمان کامیابی چاہتے ہیں تو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ درس قرآن کے بعد حاجی عبد المجید نے درس حدیث دیتے ہوئے سابقہ حکومت کی بدعنوانیوں کا ذکر کیا۔ اور موجودہ حالات پر روشنی ڈالی آخر میں جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام محمد طفیل نے تمام حاضرین کی چائے اور بسکٹ سے تواضع کی۔ اس دوران سوال و جواب بھی ہوتے۔ اور آخر میں دعا کی گئی۔

حاجی کرامت اللہ صاحب کا دورہ حیدر آباد ڈویژن

رکن سازی مہم کے سلسلے میں حیدر آباد ڈویژن کے کنونیر حاجی کرامت اللہ اور ضلع حیدر آباد کے کنونیر بشیر احمد نے ضلع میرپور خاص ضلع ٹھٹھہ و ضلع بدین و ضلع سانگھڑ و ضلع دادو کا دورہ کیا اور رکن سازی کے طریقہ کار اور —— زیادہ سے زیادہ رکن سازی کرنے کے لئے تفصیلی مشورے کئے اور ہر ضلع میں 9 سے لیکر تیرہ حضرات پر کمیٹی بنائیں تاکہ سہولت کے ساتھ کاپیاں تقسیم کی جائیں اور مرکز کنونیری کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ اس کے بعد تمام ضلعی کنونیروں کی حیدر آباد میں میٹنگ بلائی اس میں مشورے کئے گئے اور اس کے بعد ہر ضلعی کنونیر ڈویژن کنونیر سے رابطہ رکھے ہوئے ہے تاکہ جہاں پر جو شکایت ہو فوری ازالہ کیا جائے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے راہنماؤں کا دورہ ٹھٹھہ

جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے آرگنائزنگ سیکرٹری مولانا عبدالرزاق عزیز نے ضلع ٹھٹھہ کا دورہ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب ایک گوٹھ میں ممبر سازی مہم کا افتتاح کیا اس دورے میں ان کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے راہنما جناب عمران شاہ میاں آغا نور محمد اور حاجی عبدالشکور بھی شامل تھے ممبر سازی مہم کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عزیز نے کہا جمعیت علماء اسلام عظیم قائد مولانا مفتی محمود کی قیادت میں مملکت خداداد پاکستان میں روز اوّل سے ہی اسلام کی سربلندی اور انصاف کو عام کرنیکی کوششوں میں مصروف ہے۔ انہوں نے کہا انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جبکہ اس ملک کا ہر شہری اپنے حقوق حاصل کریگا انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اسلام کی سربلندی اسلامی اقدار کے تحفظ کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کے پرچم تلے جمع ہو جائیں انہوں نے کہا تاریخ شاہد ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین نے ہمیشہ ظلم و استبداد کے خلاف جہاد کیا ہے جمعیۃ کے راہنماؤں نے حاجی عبدالرزاق بڑیچ اور محبوب شاہ اچکزئی کی شمولیت پر اپنا پُرجوش ضمیر مقدم کیا جنہوں نے پہلا فارم پُر کر کے رکنیت سازی مہم کا آغاز کیا۔

حیدر آباد

جمعیت علماء اسلام کے متعدد رہنماؤں حافظ محمد طاہر نور البصر، حاجی نور محمد، محمد غنی آف ذیل پاک احمد شاہ اور ذرین خان نے ایک مشترکہ بیان میں خواتین کے لیے الگ یونیورسٹی قائم کرنے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے اپیل کی ہے کہ یونیورسٹیاں صرف لاہور کراچی میں قائم کرنے کے بجائے دیگر شہروں خصوصاً پشاور راولپنڈی حیدر آباد اور کوئٹہ میں بھی الگ قائم کی جائیں اور مخلوط ذریعۂ تعلیم کو ختم کر کے اسلامی روایات کے مطابق طلباء و طالبات کیلئے الگ الگ تعلیم کے ادارے قائم کئے جائیں۔

رکن سازی کی مہم کا آغاز

جمعیت علماء اسلام کے مقامی کارکن صوفی سردار خاں شمع آباد مشمولہ کنلوہی کلاں نے مولانا جمیل احمد صاحب میواتی کے ارشاد پر اپنے ضلعی و تحصیل قصدر کے امیروں سے مشورہ کرنیکے بعد اپنے علاقہ تھانہ للیانی تحصیل و ضلع قصدر میں جمعیت کی رکن سازی کی ہنگامی مہم شروع کی ہوئی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں دس مواضعات کی رکن سازی مکمل کرنے کے بعد ان دیہات کی مقامی تنظیمیں بھی تشکیل دے دی ہیں۔ بقایا علاقہ فارم رکنیت ملتے ہی میعاد مکمل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے علاقہ میں میواتی برادری تقریباً ساری کی ساری جمعیت علماء اسلام کی حامی ہے اور اس علاقہ میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق ۵۵ فیصد ہے۔

جمعیّت میں شمولیّت

صادق آباد۔ پیپلز پارٹی ضلع رحیم یار خان کے سابقہ رہنما مشہور صحافی اور کاتب سید طاہر ابرار سرہندی نمائندہ روزنامہ جنگ، اور ممتاز دانشور عالم دین مولانا مشتاق احمد الفیصل اکیڈمی کے پرنسپل مفتی شہر مولانا غلام حیدر صاحب مزدور لیڈر ریونائیٹڈ شوگر ملز یونین کے صدر چوہدری محمد سلیم، سابقہ طالبعلم راہنما رانا محمد اسلم، میاں محمد نسیم مولانا جالندھری رح کے صاحبزادے چوہدری حفظ الرحمٰن، میاں غلام رسول محمد اشرف فیصل، رانا محمد اسلم، چوہدری ریاض احمد حافظ فتح الدین، مولانا ممتاز احمد فاروقی۔ سیّد انور اسماعیل، سید محمود الحسن شاہ نے جمعیت میں شمولیت اختیار کر لی ضلعی صدر مجاہد ملت مولانا غلام ربانی صاحب افتتاحی تقریب سے خطاب فرمایا اور جمعیت کے تاریخ ساز کردار پر روشنی ڈالی رکنیت سازی کی تقریب سعید میں مولانا غلام مصطفیٰ قاری حماد اللہ۔ سید خالد شہزاد ایڈووکیٹ۔ مولانا عبدالصمد منور حسین ضیاء۔ اور راقم الحروف عبدالرؤف انجم۔ مولانا غلام رسول۔ محمد سرور دیوبندی نے بھی شرکت کی۔ مولانا ربّانی اور دیگر راہنمایان جمعیۃ نے جمعیۃ میں شمولیت کرنے والے حضرات کا خیر مقدم کیا۔ اور امید ظاہر کی کہ قائد اسلامی انقلاب فقیہہ اسلام مفتی محمود مدظلہ، حضرت درخواستی زید مجدہم کی قیادت میں ملک میں مکمل نظام شریعت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں گے۔

ضروری گذارش

جمعیت علماء اسلام سندھ کے جماعتی احباب سے گذارش ہے کہ وہ سندھ میں جماعتی ساتھیوں کے نام اور پتے تفصیل سے ارسال کریں۔ کیونکہ جمعیت کو فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ جماعتی ساتھیوں سے رابطہ ہو۔ سندھ کے جماعتی عہدیداروں اور ضلعی عہدیداروں کیساتھ ساتھ فعال کارکن اپنے نام مع پتے ٹیلیفون کے پتہ ہذا پر ارسال کریں۔

شیر افضل خان ۔ ناظم شعبہ اطلاعات
جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ۔ مکان ۱۰۸
نشتر بستی نزد سبزی منڈی کراچی ۵

تنظیمی دَورہ

میلسی: گذشتہ دنوں مولانا زاہد الراشدی صاحب ناظم اعلیٰ قومی اتحاد پنجاب۔ دیناپور سے بذریعہ کار مولانا فضل الخالق نائب امیر ضلع وہاڑی۔ میاں محمد رفیق ایڈووکیٹ سابق امیدوار صوبائی اسمبلی سرپرست جمعیت علماء اسلام و ملک حاجی خادم حسین ملتانی صدر قومی اتحاد و جمعیۃ علماء اسلام سب ڈویژن میلسی کی معیت میں پہنچے اور دفتر جمعیۃ علماء اسلام میں کارکنوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ میری حاضری کا مقصد یہی ہے کہ جماعت کی تنظیم کو زیادہ مضبوط و فعال بنایا جائے۔ بعد میں مولانا نے دفتر کا حساب و کتاب چیک کیا جس کو آپ نے ٹھیک پایا۔ کرم پور، محبت پور، جلہ جیم، علیورہ و دیگر مواضعات سے کارکنوں نے شرکت کی۔
میاں محمد مشتاق ملکو سے۔ میاں حاجی غلام مصطفیٰ میاں محمد رفیق رئیس گلماڑی سے ٹبہ سلطان پور سے مولانا فضل الخالق بمعہ ساتھیوں کے شرکت کی۔
مولانا محمد امان اللہ خطیب جامع مسجد مدنی۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن خطیب جامع مسجد مکی۔ مولانا حافظ محمد عظیم مدرس و امام جامع مسجد مائی والی مولانا احمد یار خطیب جامع مسجد صدیقی۔ قاری بشیر احمد صاحب بٹہ، مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن و صدر شہری جمعیت حکیم محمد عبدالصمد پریس رپورٹر نے

اجلاس میں شرکت کی ۔ اجلاس میں ذوق کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ صوفی شوکت علی نے فتح پور سے شرکت کی ۔ حاجی عبدالرشید نے سرپرستی کی اور کھانا کھلایا ۔ اور ملک غلام حسین ملتانی نے کارکنوں کی ہر طرح رہنمائی فرمائی ۔

ضلع بدین

گذشتہ دنوں ضلع بدین کا اجلاس ہوا ضلعی نمائندوں نے شرکت کی اجلاس کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا ۔ امیر جمعیت ماتلی مولانا کلیم اللہ خان نے جمعیۃ کے اغراض ومقاصد اور تاریخی کردار پر روشنی ڈالی ضلع بدین کے کنوینر جناب غلام رسول اور مولانا عبدالستار مولانا عبدالحق مولانا نذیر احمد مولانا قمر الدین اور ولی محمد صاحب نے بھی خطاب کیا بعد میں امیر جمعیۃ علماء اسلام ماتلی مولانا کلیم اللہ نے فارم رکنیت پُر کرکے مہم رکن سازی برائے ضلع بدین کا افتتاح کیا ۔ جناب حاجی مقبول احمد صاحب نے اپنے کثیر دوستوں ساتھیوں سمیت جمعیۃ کے اغراض و مقاصد سے متفق ہو کر جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کیا اور اکابرین جمعیۃ پہ اعتماد کا اظہار کیا جس پر مقامی عہدیداروں نے زبردست خیر مقدم کیا ۔

غلام رسول جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام
ماتلی ضلع بدین صوبہ سندھ

صوبہ بلوچستان این ڈی پی لورالائی کے عہدیداروں کی جمعیۃ میں شمولیت

لورالائی کے صدر ملک عبدالحکیم کدیزئی سینئر نائب صدر ملک محمد کریم غلزئی جونیئر نائب صدر ملک کلاخان ضلعی جائنٹ سیکرٹری حاجی عبدالرحمن سمیت پارٹی کے تقریباً تمام عہدیداروں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان اس موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے ملک عبدالحکیم کدیزئی نے کہا ہے کہ این ڈی پی لادینی نظریات کا پرچار کر رہی ہے اس وقت جمعیت واحد جماعت ہے جو اسلام کے سربلندی کے لیے کام کر رہی ہے ۔

... حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ اور صدر پاکستان قومی اتحاد مولانا مفتی محمود پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ۔

دیہی قصبوں کا دورہ

جمعیت علماء اسلام کے راہنما اور کسان راہنما جناب عطاء اللہ ملک فروری کے پہلے ہفتہ ضلع ملتان کے دیہی قصبوں کا دورہ کریں گے، جہاں وہ کسانوں ۔ کھیت مزدوروں کے اجتماعات سے خطاب کریں گے ۔ اس دورہ میں ان کے ہمراہ جناب حکیم جاوید عالم صاحب سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان اور جناب راؤ اسماعیل صاحب بھی شامل ہوں گے جمعیۃ کے تمام متعلقہ حضرات و دیگر کسان کارکن اجتماعات کے پروگراموں کے سلسلہ عطاء اللہ ملک سے فوری رابطہ پیدا کریں ۔

ماہانہ اجلاس

جہلم ۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کا ماہانہ اجلاس جمعیۃ کے تحصیلی دفتر پنڈ داد نخان میں منعقد ہوا ۔ جس کی صدارت ضلعی امیر مولانا محمد اکرم نے کی ۔ اجلاس سے مولانا محمد اکرم، نائب امیر مولانا عبدالرحمن قاسمی، اور سیکرٹری اطلاعات مفتی رشید احمد ارشد نے خطاب کیا ۔ اور ملک کی تازہ ترین صورت حال، اسلامی نظام کے سلسلہ میں قومی اتحاد کے تعاون سے پاکستان میں پہلی بار پیش رفت، گذشتہ ماہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا ۔ اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ ۱۲ ربیع الاول کے اعلان، شریعت بنچوں کے قیام میں تاخیر نہ کی جائے ۔ جمعیۃ کے اجلاس میں ضلع جہلم کے مسائل اور ان کے حل کے لیے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود سے جہلم کے دورہ کی اپیل کی گئی ۔ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ ماہانہ اجلاس انشاء اللہ ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء گیارہ بجے دن جمعیۃ کے ضلعی دفتر سول لائن جہلم میں ہوگا ۔

رکنیت سازی، مہم اور تنظیمی دورے

گذشتہ دنوں مولانا عبدالکریم نعمانی ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام کبیروالہ ہمراہ مولانا منظور الحق مبلغ قصبہ فاضل شاہ میں جماعتی تنظیمی دورے پر پہنچے ۔ کاپی رکنیت سازی پہلے ارسال کی جا چکی تھی باقاعدہ رکنیت سازی ہوئی اور جماعت تشکیل کی گئی ۔

بعد ازاں بعد نماز عصر قصبہ سردار پور پہنچے اور رکنیت سازی کا جائزہ لیا اور اس کی تکمیل کر کے تشکیل کی ۔ پھر مولانا عبدالکریم نعمانی مولانا امداد اللہ جناب فیض احمد فیاض کبیروالہ کے نواحی قصبہ مولا پر گئے اور وہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کر کے لوگوں کو جماعتی منشور سے آگاہ کیا اور بعد میں رکنیت سازی کا اعلان کیا لوگوں نے بڑھ چڑھ کر رکنیت سازی میں حصہ لیا اور علاقہ مولے پور کی بعض بااثر شخصیات نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا شمولیت کرنے والوں میں جناب رانا محمد حسین، مہر خان محمد اوتیرا، مہر حق نواز اوتیرا ایڈووکیٹ اور دیگر مشہور ومعروف شخصیات ہیں ان حضرات نے حضرت درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا عبیداللہ انور اور دیگر اکابر پر اعتماد کا اظہار کیا ۔

۳۱ دسمبر کو کبیروالہ میں حضرت مولانا زاہد الراشدی تنظیمی دورہ پر تشریف لائے آپ نے بعد ظہر عبدالحکیم میں خطاب فرمایا اور بعد نماز عصر نور مسجد کبیروالہ میں بہترین پیرایہ میں جماعت اور اتحاد کے پروگرام کو پیش کیا ۔ مولانا کے بیان کے اثرات بہت ہی اچھے رہے ۔

صوبہ سرحد کی ضلعی تنظیمیں

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ عبدالباری جان نے ایک بیان میں صوبہ کی تمام ضلعی تنظیموں پر زور دیا ہے ۔ کہ وہ ممبر سازی مہم کو منظم طور سے چلاتے اور جمعیۃ کو ایک فعال جماعت بنانے کے لیے اپنی کوششوں میں تیزی پیدا کر دیں ۔ اور گھر گھر جا کر لوگوں کو ملکی سیاست میں جمعیۃ علماء اسلام کے مؤثر کردار سے آگاہ کریں ۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں ان کا بھرپور تعاون حاصل کریں ۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ لوگ اپنے اختلافات کو بھول کر پاکستان کی فلاح و ترقی اور اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے متحد ہو کر کام کریں اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کو مضبوط بنانے میں مدد کریں ۔

ضلع ساہیوال

گذشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام کا ضلعی اجلاس شاہی مسجد دیپالپور زیر صدارت حضرت الامیر مولانا حبیب اللہ صاحب بتلاوت قاری محمد زکریا صاحب شروع ہوا۔ افتتاحی تقریر حضرت مولانا سید امیر حسین شاہ صاحب گیلانی نے کرتے ہوئے فرمایا رکنیت سازی کی مہم کو تیز تر کر دیا جائے۔ آپ نے حالات حاضرہ پر بھی تبصرہ کیا۔ نیز رکنیت سازی کا جائزہ لیا اور نئی ۳۵ کاپیاں مزید ضلع بھر میں تقسیم کی گئیں جبکہ پچاس سے زائد کاپیاں پہلے ہی رکن سازی کی مہم میں استعمال کی جا رہی ہیں۔

تجاویز: ۱۔ لٹریچر جمعیت کی فراہمی۔ دستور و منشور کی کاپیاں مہیا کرنا۔ چوہدری محمد صفدر صاحب چیچہ وطنی نے تجویز پیش کی۔ کہ ضلعی دفتر اوکاڑہ تحصیل کے بجائے ساہیوال میں ہونا چاہیئے جس پر گیلانی صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ کام آئندہ انتخاب کے بعد ہو سکے گا ۳۔ ماہانہ اجلاس جمعہ کے بجائے کسی دوسرے دن ہوا کریگا۔ ۴۔ چوہدری محمد اکرم صاحب ایڈوکیٹ جنرل سیکرٹری بار ایسوسی ایشن نے اس بار بھرپور اجلاس میں جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ جس کا تمام ضلعی ارکان نے خیر مقدم کیا ۵۔ مولانا محمد حسین رشیدی قائم مقام جنرل سیکرٹری ضلع ساہیوال نے رکنیت سازی کی تجویز پیش کرتے ہوئے نمونہ کے طور پر تعارف والہ کا رجسٹر پیش کیا۔ جس کو امیر ضلع مولانا حبیب اللہ صاحب و دیگر ارکان نے پسند فرما کر ہر حلقہ کی جماعت سے کہا۔ کہ یہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ استعمال شدہ کاپیاں واپس مرکزی دفتر چلی جاتی ہیں تو بغرض ریکارڈ اسماء ممبران یہ ضروری ہے۔ یہ اجلاس ضلعی امیر موصوف کی دعا بالخیر سے اختتام پذیر ہوا۔

لاڑکانہ ضلع میں رکنیت سازی کی مہم

جمعیتہ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے رہنما مولانا علی محمد صاحب حقانی سرپرست ضلع کی قیادت میں ضلع بھر میں جماعتی رکنیت سازی کا کام زور شور سے کر رہے ہیں۔ رکنیت سازی کی ٹیم میں مولانا حقانی کے علاوہ ضلعی عاملہ کے دیگر اراکین بھی شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں وفد مولانا حقانی نے کے آبائی گاؤں عاقل گیا۔ علماء کرام نے جمعیتہ علماء اسلام کا عوام میں تعارف کرایا اور انہیں جماعتی پروگرام سے آگاہ کیا عوام کی بڑی اکثریت رکنیت فارم پر کر کے جمعیتہ میں شامل ہوئی اور اکابرین جمعیتہ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا جمعہ کے دن یہ حضرات شہر وارہ پہنچا ادھر وفد کا استقبال جمعیتہ علماء اسلام تحصیل وارہ کے امیر مولانا غلام محمد اور دیگر جماعتی احباب نے کیا پوری تحصیل سے کافی تعداد میں لوگ آئے ہوئے تھے مولانا حقانی صاحب اور دیگر علماء کرام نے عوام کو وضاحت سے جمعیت کا پروگرام سمجھایا لوگ ایک بڑی تعداد نے رکنیت فارم پر کیا علاقہ کے تین با اثر اور اپنی قوم کے سربراہ حضرات حاجی محمد ہاشم صاحب قوم چھچھ حاجی باری صاحب چھچھ اور حافظ داد بخش صاحب نے اپنی پوری برادری اور احباب کے ساتھ جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا اور رکنیت فارم پر کرتے ہوئے اکابرین جمعیتہ حضرت درخواستی حضرت مفتی محمود صاحب اور حضرت ہزاروی پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ مولانا علی محمد صاحب حقانی سرپرست ضلعی جمعیتہ۔ مولانا عبدالقادر صاحب نائب امیر ضلع لاڑکانہ اور مولانا عطاء اللہ صاحب ناظم عمومی ضلع لاڑکانہ نے ان حضرات کی جمعیتہ میں شمولیت پر خیر مقدم کیا ہے۔

جمعیت میں شمولیت

مدرسہ عربیہ باب السلام کروڑ لیکا کے مہتمم اور کروڑ لیکا کے مشہور زمیندار دینی شخصیت حاجی غلام محمد عباسی صاحب اور ان کے رفقاء نے گذشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام کی جدید رکنیت سازی میں فارم رکنیت پر کر کے جمعیت میں شامل ہونے کا اعلان کیا اور فعال جمعیت علماء اسلام کی مجلس شوریٰ نے ان کی رکنیت سازی کی توثیق کر دی اس کے بعد قائد جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی ملتان آمد کے موقع پر جمعیت کا ایک وفد زیر قیادت حکیم حبیب احمد صاحب۔ صدیقی عباسی صاحب کو لے کر حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی خدمت عالیہ میں پہنچا اور حضرت مفتی صاحب سے عباسی صاحب اور ان کے رفقاء کی شمولیت کی توثیق چاہی جس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ عباسی صاحب نے جمعیت میں واپس آنے کا فیصلہ صحیح کیا ہے ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اختلافات ہوجاتے ہیں ہماری جماعت میں شمولیت کے لئے مسلمان ہونا اور جمعیت کے اغراض و مقاصد سے متفق ہونا شرط ہے اور بس۔ جمعیت علماء اسلام لودھراں کے رہنماؤں نے عباسی صاحب اور ان کے رفقاء کا خیر مقدم کیا

این ڈی پی کروڑ لیکا کے عہدیدار دار اراکین جمعیت میں شامل ہو گئے

این ڈی پی کروڑ لیکا کے صدر حافظ عبد الکریم صاحب دبخارہ و نائب صدر حاجی اشتیاق علی صاحب قریشی صاحب و ڈاکٹر محمد امین صاحب دبخارہ و حافظ عبدالرشید صاحب بریار و مسٹر فیض بخش صاحب بھٹی نے این ڈی پی کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دے کر جمعیت علماء اسلام میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ این ڈی پی میں شمولیت اس وجہ سے تھی۔ کہ یہ جماعت ہمارے اکابر کے ساتھ قرب رکھتی تھی مگر جب وقت سے این ڈی پی نے قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کی تو اب ہمارا اس جماعت میں رہنا بے مناسب ہے۔ لہذا ہم حضرت مفتی صاحب اور دیگر اکابرین پر اعتماد کرتے ہوئے جمعیت میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

جمعیت علماء اسلام کروڑ لیکا

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم اور قومی اتحاد پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مورخہ ۱۰/۷۹ کو دفتر جمعیت علماء اسلام کروڑ لیکا کا افتتاح کیا اس موقع پر مولانا نے کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعیت علماء اسلام کی جدید رکنیت سازی کو کامیاب بنانا اور اس کیلئے شب و روز

کوشش کرنا آپ کا اہم جماعتی فریضہ ہے انہوں نے فرمایا کہ قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتیں اُن چشموں کی مانند ہیں جو مختلف جگہوں سے پھوٹ کر ایک دریا کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح قومی اتحاد ایک دریا کی شکل ہے جو مختلف جماعتیں چشمے ہیں دریا کی روانی کا تقاضا ہے کہ چشمے رستے رہیں لہذا تمام جماعتیں جو قومی اتحاد کی اکائیاں ہیں انکو مؤثر اور مضبوط ہونا چاہیئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب قاسمی نے نے اس سے قبل تقریر فرماتے ہوئے اس دورے کے مقاصد پر روشنی ڈالی انہوں نے فرمایا کہ ہم رکنیت سازی کا جائزہ لینے کے لئے دورے کر رہے ہیں اور الحمد للہ ہر جگہ دوست اس کام کو دلچسپی لے رہے ہیں آپ حضرات زیادہ سے زیادہ سرگرم ہوں اور مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی جماعت کا رکن بنائیں۔

استقبالیہ

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی کے اعزاز میں جمعیت کے مقامی رہنما اور صوبائی اسمبلی کے سابق امیدوار محمد صدیق خان کانجو نے کانجو ہاؤس میں دعوت استقبالیہ ترتیب دی جس میں قومی اتحاد اور جمعیت کے اراکین کے علاوہ معززین شہر کی کافی تعداد نے شرکت کی جمعیت علماء اسلام لودھراں کے ناظم اعلیٰ محمد شریف نعمانی نے شہری مسائل اور علاقائی ضروریات کے مطابق تربیت ہو سکتی ہے اور نہ ہی صحیح معنوں میں اسلامی نظام نافذ ہو سکتا ہے۔ حال یہ ہے کہ اس نظریاتی اسلامی مملکت میں عقیدہ ختم نبوت کے منکر، اکھنڈ بھارت کا عقیدہ رکھنے والا لنظریہ پاکستان کا مخالف قادیانی ٹولہ محکمہ تعلیم کی اہم کلیدی آسامیوں پر قابض ہے۔ ہفت روزہ چٹان نے ۱۰ اکتوبر کی اشاعت میں ان قادیانی آفیسروں کی فہرست شائع کی تھی جو محکمہ تعلیم پر مسلط ہیں

مختصر انداز میں پیش کیں۔ اس کے بعد معزز مہمان مولانا زاہد الراشدی نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ مسائل کے بارے میں عرض یہ ہے کہ گزشتہ حکومت نے ہر ادارے کو اس طرح تباہ کر دیا کہ پاکستان مسائلستان بن کے رہ گیا اب ہر جگہ مسائل ہی مسائل درپیش ہیں جہاں تک مقامی مسائل کا تعلق ہے اس کے بارے میں تو مقامی حضرات قومی اتحاد کی صورت میں منظم ہو کر عوام کے مسائل حل کرائیں۔ اور اگر ضلع کی سطح کے مسائل ہوں تو اُن کو ضلع کے حضرات حل کرائیں اور اگر مرکز کی سطح کا کوئی مسئلہ یا صوبائی سطح کا مسئلہ ہے تو آپ ہمیں بتلائیں ہم ہر طرح حکام بالا سے حل کرانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد محمد صدیق کانجو نے مولانا راشدی اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور انہوں نے راشدی صاحب سے گذارش کی کہ آپ نے ہماری خبر لینے میں بہت دیر کی یہ دورہ جو آج آپ فرما رہے ہیں یہ آج سے کافی پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جب قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے والوں کا مقصد بھی اسلام ہے تو وہ علیحدہ کیوں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد کے رہنماؤں کو اقتدار پرست کہنا زیادتی ہے اگر یہ لوگ ایسے ہوتے تو کافی عرصہ پہلے شریک اقتدار ہوتے۔

بقیہ: پارٹی سسٹم

کے تناسب سے اسمبلیوں میں نشستیں الاٹ کر دی جائیں تو مذکورہ بالا خرابی کے انسداد کے ساتھ ساتھ ملک کا کوئی ووٹر بھی نمائندگی سے محروم نہیں رہیگا۔

۷: سیاسی جماعتوں کی بڑھتی ہوئی رفتار بھی ہماری قومی سیاست کا اہم مسئلہ ہے کیونکہ ہمارے ہاں کسی بزرگ کو کسی بھی وجہ سے اگر ملک گیر تعارف حاصل ہو جائے تو سیاسی تقاضے پورے کئے بغیر اور "فیلڈ ورک" کے جھنجھٹ میں پڑے بغیر وہ صاحب ایک عدد مرکزی دفتر، سائن بورڈ، خوبصورت لیٹر پیڈ اور چند مہروں کے سہارے قومی سیاست کو فیض یاب فرمانے کو اپنا بنیادی حق تصور کرتے ہیں اس لیے اگر جماعتی بنیادوں پر الیکشن کا نظام اپنا لیا جائے اور اس کے ساتھ اس قسم کی کوئی پابندی بھی عائد کر دی جائے کہ ایک خاص حد سے کم ووٹ حاصل کرنے والی جماعتوں کے لیے اپنا وجود ختم کر کے بڑی ہم خیال جماعتوں میں ضم ہوئے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے تو نہ صرف یہ کہ قومی سیاست میں بر ساتی جماعتوں کی افزائش رک جائے گی بلکہ دو تین صحیح انتخابات کے بعد خود بخود تین چار متحرک، منظم اور طاقتور سیاسی جماعتیں ہی میدان میں رہ جائیں گی۔

۸: جماعتی بنیادوں پر انتخابات کا نظام رائج ہونے کی صورت میں چند حلقوں یا علاقوں کی بنیاد پر سیاست کرنے والی جماعتیں بھی پورے ملک میں "سیاسی ورک" کرنے پر مجبور ہونگی جس سے قومی سوچ کو تقویت حاصل ہوگی، علاقائیت اور صوبائی عصبیت کی حوصلہ شکنی ہوگی اور ملکی سالمیت اور قومی وحدت پر سیاسی ضرب لگانے کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے۔

بہرحال ہماری قومی سیاست کی بہت سی الجھنیں ایسی ہیں جو جماعتی بنیادوں پر الیکشن کا نظام اپنانے سے دور ہو سکتی ہیں اور سیاست پر چھائے ہوئے بدعنوان اور نااہل عناصر کی جگہ اہلیت، دیانت اور شرافت سے بہرہ ور افراد کے آگے آنے کے امکانات روشن ہو سکتے ہیں اس لیے حکومت پاکستان، پاکستان قومی اتحاد اور قومی سیاسی جماعتوں کے ساتھ ساتھ قومی پریس کو بھی اس تجویز کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ ہم ایک صحیح اور متوازن سیاسی نظام کے ذریعہ قومی سیاست میں استحکام کی طرف مؤثر پیش رفت کر سکیں۔

ہماری مصنوعات

نے جس تیزی سے عوام میں مقبولیت حاصل کی ہے اس کے لئے ہم ان کرم فرماؤں کے مشکور ہیں جنہوں نے اس سلسلہ میں ہم سے تعاون فرمایا۔

سائیکلوں کے جدید، خوبصورت پائیدار
سٹینڈ اور کیرئیر
بنانے والا واحد ادارہ

الفریڈ سٹیل پروڈکشن
پاکستان روڈ۔ عارف والا

نذیر احمد پنہوار صوبہ سندھ اور عبدالوہاب صابر صوبہ سرحد کے صدر منتخب ہو گئے

صوبائی انتخابات میں مرکزی قائدین کی شرکت

۱۱ اور ۱۲ جنوری کو جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد کے انتخابات عمل میں آئے۔ صوبہ سندھ کے صوبائی انتخاب کے موقع پر مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف اور ظہیر میر مرکزی ناظم اطلاعات جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان نے شرکت کی۔ اس موقع پر قائد طلباء نے طلبہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جماعتی پالیسیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد صوبائی انتخاب عمل میں لایا گیا۔ کونسلر حضرات نے بڑی دلچسپی اور ذمہ داری سے اپنے ساتھیوں کا انتخاب کیا۔ کونسلروں کے انتخاب کے مطابق درج ذیل حضرات صوبہ سندھ کی قیادت کیلئے منتخب ہوئے۔

صدر ـ نذیر احمد پنہورا — نائب صدر اول ـ بشیر احمد قریشی
ناظم عمومی ـ الیاس ننا — نائب صدر دوم ـ عبدالحی نوتاری
ناظم اول ـ محمد اسلم دسیر — ناظم اطلاعات ـ نور احمد سندھی
ناظم دوم ـ الطاف حسین — ناظم مالیات ـ عبدالغنی انصاری

بعد میں منتخب مجلسِ عاملہ سے قائد طلباء میاں محمد عارف نے حلف لیا اور انہیں مبارک باد دی۔

صوبہ سرحد

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے انتخاب کے موقع پر پشاور میں طلباء کا دو روزہ عظیم الشان کنونشن کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس عظیم الشان کنونشن کے موقعہ پر جمعیت طلباء اسلام صوبہ سرحد کی مجلسِ عاملہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس کے مطابق درج ذیل حضرات صوبائی عہدیداران منتخب ہوئے۔

صدر : عبدالوہاب صابر (پشاور یونیورسٹی)
نائب صدر اول ـ حامد علی رحمانی (ڈی۔ آئی۔ خان)
نائب صدر دوم ـ عصام الدین (کوہاٹ)
ناظم اوّل ـ محمد اسمٰعیل قریشی (ڈگری کالج بنوں)
ناظم دوم ـ ارشد سعید (سیکرٹری جنرل سٹوڈنٹس یونین ڈگری کالج مانسہرہ)
ناظم عمومی ـ نجیم خاں (صوابی)
ناظم اطلاعات ـ محمد نظام الدین (پشاور)
ناظم مالیات ـ حافظ حسین احمد (سوات)

میرپور ماتھیلو (انتخاب)

سرپرست ـ مولانا عبداللہ آزاد بھٹو۔
صدر ـ عبیداللہ بھٹو۔
نائب صدر ـ عبدالرزاق چاچڑ
ناظم عمومی ـ نور اللہ
ناظم ـ عبدالقدوس کھوسو
ناظم اطلاعات ـ عبدالغفار بلوچ
ناظم مالیات ـ حافظ صدرالدین
ناظم دفتر ـ عبداللطیف سومرو

میانوالی (انتخاب)

صدر ـ ملک یعقوب ندیم (گورنمنٹ ڈگری کالج میانوالی)
نائب صدر اوّل ـ حافظ نصراللہ طارق (مدرسہ عربیہ تبلیغ الاسلام میانوالی)
نائب صدر دوم ـ حافظ محمد اسماعیل (مدرسہ تعلیم القرآن میانوالی)
ناظم عمومی ـ محمد حسین عسکری (سنٹرل ماڈل کالج میانوالی)
ناظم ـ ذوالفقار خان (گورنمنٹ ڈگری کالج میانوالی)
ناظم اطلاعات ـ محمد حسن عسکری ـ
ناظم مالیات ـ عبدالجلیل بخاری مدرسہ عربیہ تبلیغ الاسلام میانوالی)

شمولیت

گذشتہ روز گورنمنٹ کالج بہرمحل کے ممتاز طالب علم راہنما حافظ عبداللطیف عثمانی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے پروگرام سے متاثر ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت جمعیۃ میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کر دیا ہے شامل ہونے والے ساتھیوں کے نام درج ذیل ہیں۔
محمد یاسین، غلام شبیر، محمد اعظم، جاوید اختر، محمد نذیر فضل الٰہی، عبدالرزاق، محمد لطیف۔

ضلع سرگودھا (تنظیمی دورہ)

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام ضلع سرگودھا کے صدر جناب رانا افضال احمد نے ضلع سرگودھا کے تنظیمی دورہ کے دوران بھلروان، بھیرہ اور بھلوال کا دورہ کیا۔ آپ نے ان مقامات پر طلباء کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ آپ نے امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ ضلع سرگودھا میں جمعیۃ طلباء اسلام جلد ہی منظم ہو جائے گی۔ آپ نے کارکنوں کو محنت لگن اور خلوص سے کام کرنے کی تلقین کی۔ آپ کے ہمراہ ضلعی ناظم مالیات جناب محمد ممتاز راجہ بھی تھے۔

خراجِ تحسین (بلوچستان)

جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے راہنما سید عبدالمبین شاہ بخاری نے جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے سابق صدر جناب سکندر خان عیسیٰ خیل اور جناب غلام رسول مینگل کو شاندار اور مثالی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ بخاری صاحب نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ ان دونوں راہنماؤں نے جن نامساعد حالات میں جمعیۃ طلباء اسلام کے پروگرام کو پورے صوبے میں پھیلایا ہے یہ انہیں کا حصّہ ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ نو منتخب قیادت اپنے ان قائدین کی طرح مثالی نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے جماعتی پروگرام کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

دارالعلوم اور مسائل

اس عنوان کے تحت ہم روزمرہ کے مسائل پر مراسلات شائع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر کے نام خطوط خوشخط جامع مختصر اور صفحہ کے ایک جانب تحریر ہونے چاہئیں۔ ایسے مراسلے شامل اشاعت نہیں ہوں گے جو کاغذ کے ہر دو اطراف طویل اور جن پر مراسلہ نگار کا مکمل پتہ نہیں ہوگا۔ مراسلات اس پتہ پر بھیجیں: شعبہ دارالعلوم و مسائل ہفت روزہ ترجمان اسلام چوک گھمل لاہور

ٹھٹھی نصرتی میں طوائفوں کا ناچ

ہم آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے حکام بالا اور قومی اتحاد کے وزراء پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حلقہ ٹھٹھی نصرتی میں خانہ بدوش طائفوں کے ناچ کی خاصی گرما گرمی ہے اور جوا کی مختلف قسمیں علاقے کو اپنے زد میں لیے ہوئی ہیں دیندار طبقے اور علماء کا مذکورہ جرائم کے خلاف منہ کھولنا اپنے لیے بے عزتی اور استہزاء کا سامان پیدا کرنا ہے۔ چند بار انتظامیہ کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی لیکن بے سود۔ ایک دفعہ ایس ایچ او ٹھٹھی نصرتی کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن معاملہ صرف زبانی جمع خرچ کی نذر ہوگیا۔ دوسری بار وفد کی صورت میں راقم مولانا تاج الدین صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب ماسٹر سرانجام خان صاحب، حاجی فقیر اللہ شاہ صاحب تھانہ حاضر ہوئے اچانک ڈی ایس پی کرک فضل کریم تشریف لائے۔ ہم نے عرضی پیش کی تھانے والوں کے اشارے پر وہ ہم پر برسنے لگے اس سے پہلے دن حاجی محمد زمان خان اچکزئی صاحب کی ہدایات پر وہ سخت برہم تھے ہم کو برا بھلا کہنے لگے اور اصلی معاملے کو ٹال کر ہماری بڑی بے عزتی کی ہم نے افسر کی حیثیت سے کوئی گستاخی نہیں کی۔ بعد ازاں ہم نے اے سی کرک کو فون کیا۔ لیکن بے سود۔

موجودہ حالت میں جبکہ مارشل لاء گورنمنٹ اور قومی اتحاد سے نظام اسلام کی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہمارے ہاں بے حیائی نشوونما پا رہی ہے۔ انتظامیہ جرائم سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتی ہے۔ لہٰذا سرحد کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے استدعا ہے کہ اس بے حیائی اور جوئے کا انسداد کیا جائے اور ڈی ایس پی فضل کریم کے اس فعل شنیع پر اس کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ انتظامیہ کے دیگر افراد بے حیائی اور جرائم کے ہمنوا نہ بن سکیں اور معاشرے کی ممکنہ اصلاح ہوسکے۔

حافظ ابن امین ٹھٹھی نصرتی ضلع کوہاٹ

نہر شجاع آباد کو مزید پانی فراہم کریں

ہم علاقے کے کاشتکار گورنر پنجاب جناب جنرل سوار خان سے گزارش کرتے ہیں کہ براہ مہربانی نہر شجاع آباد برانچ کو مورخہ ۱۴ر جنوری تک مزید پانی فراہم کیا جاوے تاکہ گندم کی فصل اچھی طرح سے سیراب ہوسکے جناب والا! یہ نہر سندھنائی کینال کی ایک برانچ ہے جس سے ششماہی پانی تحصیل کبیروالہ ملتان اور شجاع آباد کی فصلوں کو سیراب کرتا ہے۔ اور اس وقت سندھنائی کینال کے علاقہ میں پانی بالکل وافر مقدار میں ہے۔ اگر اسے پندرہ دن کے لیے بند کر دیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اس طرح سے نہر شجاع آباد برانچ مزید پندرہ دنوں کے لیے باآسانی چلایا جا سکتا ہے۔ اور اس کا گندم کی فصلوں پر ہمارے علاقہ میں بڑا خوشگوار اثر پڑے گا۔ اور غریب کاشتکار ٹیوب ویل کے مزید اخراجات سے بھی بچ جائیں گے اور اپنا ہی سرمایہ کیمیائی کھاد کے استعمال لاکر حکومت کی مقررہ مقدار تک اناج فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام ممدال تحصیل کبیروالہ

فیصلے پر نظر ثانی فرماویں

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے جنرل محمد ضیاء الحق کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ سیمنٹ سٹاکسٹوں کی منسوخی کے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائی جائے اور تمام سٹاکسٹ بلاتاخیر بحال کیے جائیں کینسل کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ کس کس سٹاکسٹ نے کسی وزیر کی سفارش سے سیمنٹ کی ایجنسی حاصل کی ہے یا پھر وہ عام روٹین میں ہی کامیاب ہوا جو ایجنسی سیاسی رشوت کے طور پر حاصل کی ہیں وہ تو ضرور کینسل کریں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ۱۹۷۲ء کے بعد تمام ہی غلط ہیں کچھ صحیح بھی ہوں گے یا بہت سی غلط رپورٹ پر ایجنسی کینسل کر دیں کہ ان کے پاس دو ایجنسیاں ہیں حالانکہ دوسری ایجنسی سے اس کا تعلق بھی نہیں ہے کیونکہ ابھی آپ کا وہ عملہ بھی موجود ہے جو پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتا ہے اس طریقہ میں تو اکثریت ان لوگوں کی بھی ہے جو قومی اتحاد سے تعلق رکھتے تھے یا آزاد تھے اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ۱۹۷۳ء کے بعد تمام ایجنسیاں دی گئی تھیں ان حالات میں اگر آپ تمام ایجنسیاں بحال کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کیونکہ یہ ان کا حق ہے اگر کوئی ایجنسی ہولڈر بلیک مارکیٹر ہے یا ذخیرہ اندوز ہے یا سیمنٹ فیکٹری انتظامیہ یا ضلعی انتظامیہ یا مارشل لاء حکام کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو تو ضرور اس کی ایجنسی کینسل کریں اسے سخت سزا دیں اس کے خلاف تادیبی کارروائی کریں۔ اس کی سیکورٹی ضبط کریں۔ جناب والا! ان سٹاکسٹوں کا کیا قصور ہے جو تمام قواعد وضوابط کے پابند بھی ہوں کنٹرول ریٹ پر سیمنٹ بھی فروخت کرتے ہوں اور اس کے علاوہ قومی اتحاد کی نظام مصطفیٰ تحریک میں بھی شامل ہوں۔ یہاں تک کہ گرفتاری تک نوبت آئے اور پیپلز پارٹی کے نشانہ سے بچ جانے کے باوجود آج اگر آپ کے آرڈیننس کا شکار ہو جائے تو پھر آپ ہی سوچیں کہ ان کے دل پر کیا گزرے گی کہ ہمیں اپنے روزگار سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں مگر ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور اسلامی مملکت ہر شخص کے ساتھ انصاف کرتی ہے اور اس کے فرائض میں شامل ہے آپ انصاف فرمائیں اور اپنی ضلعی انتظامیہ کے ساتھ ساتھ مارشل لاء حکام سے بھی رپورٹیں منگوائیں اور خفیہ طور پر سی آئی ڈی سے بھی رپورٹیں منگوائیں کہ پیپلز پارٹی کے کتنے ایجنسی ہولڈر تھے اور تحریک کے حامی کتنے تھے اور مخالف کتنے تاکہ آپ تمام سٹاکسٹوں کے ساتھ یکساں انصاف کر سکیں اس کے علاوہ بلیک مارکیٹر وغیرہ کی بھی فہرستیں بنوائی جائیں اور ان کے ریکارڈ چیک کرائیں جائیں پوری دیانتداری سے سوچ کر مناسب فیصلہ کیا جائے۔ یہ لوگ جو کاروبار سے محروم ہوئے ہیں یہ آپ کے حکم کے منتظر ہیں کہ آپ کب ہمارے کاروبار کو جاری کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں جو شخص دیانتداری سے ایجنسی چلاتا ہے اس کو ہر حال میں بحال کیا جائے جس کا کاروبار پرانا ہے اس کو بحال کیا جائے جو شخص کام خود نہ کرتا ہو یعنی کمیشن پر سالم ویگن فروخت کرتے تھے ان کی ایجنسی ضرور کینسل فرمائیں۔

عبدالمجید صدر سیمنٹ اسٹاکسٹ ایسوسی ایشن لاہور